بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے پینتالیس سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

541
ذیقعدہ، ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ
ستمبر 2010

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم تین ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت، صدقات و عطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کے سالانہ لازمی اخراجات کا تخمینہ دو کروڑ روپے سے زیادہ ہے جو اہل خیر حضرات کے عطیات، صدقات اور زکوۃ و تعاون سے پورا ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ آپ کی یہ خدمت اور نصرت آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری و ساری رہے گی۔

اکاؤنٹ نمبر: یونائیٹڈ بینک اکوڑہ خٹک 7-0001-100 مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6-1102
فون نمبر: 630560-630341 - 630435 (0923) **فیکس نمبر**: 630922 (0923)
ای میل ایڈریس: editor_alhaq@yahoo.com

منتظم اعلیٰ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

محمد شاہد حنیف
انچارج شعبہ رسائل و جرائد، مجلس التحقیق الاسلامی،
۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور

اشاریہ ماہنامہ الحق جلد ۴۵ [۲۰۰۹-۱۰ء]

اِس اشاریے میں تمام مضامین کی موضوعاتی تقسیم کے بعد اِن کو ترتیب زمانی کے اعتبار سے درج کیا گیا ہے، تاکہ موضوع کا ارتقا بھی پیشِ نظر رہے۔ اس کے ساتھ تبصرۂ کتب کو بھی متعلقہ موضوع کے تحت مقالات کے بعد لکیر لگا کر نیچے درج کیا ہے۔ تاکہ محققین کو اپنے موضوع کے بارے ایک ہی جگہ مقالات اور کتب سے آگاہی ہوسکے۔

علومِ قرآن و علوم حدیث

محمد ثاقب	مقدمہ تفسیر روح المعانی پر ایک طائرانہ نظر	جنوری ۲۰۱۰/ ۲۶۔۳۰
محمد ثاقب	علامہ صابونی اور ان کی تفسیر	اپریل ۲۰۱۰/ ۴۲۔۴۵
حذیفہ وستانوی	قرآن کریم کی حفاظت کا اللہ کا حیرت انگیز انتظام	اگست ۲۰۱۰/ ۱۵۔۲۲
سمعان خلیفہ ندوی	قرآن کریم کی معجز بیانی [سورۂ بنی اسرائیل کے حوالے سے]	جون ۲۰۱۰/ ۱۶۔۲۳

ادارہ (مبصر)	منتخب لغات القرآن از محمد نسیم باربنکوی	جولائی ۲۰۱۰/ ۶۲
ادارہ (مبصر)	ہدایۃ الساری الی دراسۃ البخاری (صحیح بخاری کی شرح کا مقدمہ) از امداد الحق	مارچ ۲۰۱۰/ ۶۳
ادارہ (مبصر)	معجم الفاظ الجرح والتعدیل (اُصولِ حدیث) از عبدالماجد الغوری	مارچ ۲۰۱۰/ ۶۴
ادارہ (مبصر)	المیسر فی علم علل الحدیث (عربی) از عبدالماجد الغوری	ستمبر ۲۰۱۰/ ۶۲

عبادات

محمد ابراہیم فانی	مناسکِ حج کمال عبدیت اور عشق و محبت کے مظہر [اداریہ]	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۲۔۴
سمیع الحق، مولانا	مسلم حکمران اور سنتِ ابراہیمیؑ کی اصلی رُوح [خطاب/ مرتب: محمد ابراہیم فانی]	دسمبر ۲۰۰۹/ ۹۔۱۳
حذیفہ وستانوی	رمضان المبارک کیسے گزاریں؟	جولائی ۲۰۱۰/ ۲۸۔۳۸
محمد ابراہیم فانی	ماہِ صیام [نظم]	جولائی ۲۰۱۰/ ۴۲
عبدالمتین، مفتی	مسائلِ حج عمرہ و حرمین	اگست ۲۰۱۰/ ۵۳۔۵۸
محمد ابراہیم فانی (مبصر)	حج: امت مسلمہ کے اتفاق و اتحاد کا شاندار مظہر	ستمبر ۲۰۱۰/ ۴۵۔۴۷

ادارہ (مبصر)	دروس العبادۃ از شاہ فیصل بشاوری	اپریل ۲۰۱۰/ ۷۱
ادارہ (مبصر)	مصباح المصلی اُردو شرح منیۃ المصلی (مسائلِ نماز) از ولی اللہ	اپریل ۲۰۱۰/ ۷۰

دعوت و تبلیغ اور تزکیۂ نفس

محمد شہاب اشرف	ذکر اللہ...... قرآن و حدیث کی روشنی میں	دسمبر ۲۰۰۹/ ۴۴۔۵۳
ابوالحسن علی ندویؒ	ہری ہوگئی کھیتی ساری خدا کی [انبیاءِ کرام کی دعوت]	مارچ ۲۰۱۰/ ۲۰۔۲۶
بلال الحق حقانی (مبصر)	اعمال دل مع احوال (تزکیہ) از محمد اسحاق	دسمبر ۲۰۰۹/ ۶۴

محمد ابراہیم فانی (مبصر)	راہِ عمل جلد اول، تین حصے از خالد سیف اللہ رحمانی [مرتب: شاہد علی قاسمی]	دسمبر ۲۰۰۹/۶۲
محمد ابراہیم فانی (مبصر)	راہِ عمل جلد دوم، از خالد سیف اللہ رحمانی [مرتب: محمد نعمت اللہ]	جنوری ۲۰۱۰/۶۲
ادارہ (مبصر)	امثالِ عبرت از افاداتِ اشرف علی تھانویؒ	اپریل ۲۰۱۰/ ۶۸
ادارہ (مبصر)	تسہیل تربیت السالک ۴ جلدیں از اشرف علی تھانویؒ	اپریل ۲۰۱۰/ ۶۷
ادارہ (مبصر)	معارف مفتی اعظم از افاداتِ مفتی محمد شفیعؒ [مرتب: محمد اکبر شاہ بخاری]	اپریل ۲۰۱۰/ ۷۱

معاشرت و معاشیات اور نظامِ عدل

انوار الحق، مولانا	جھوٹی شہادت اور لہو ولعب سے احتراز [خطبہ جمعہ/مرتب: سلمان الحق انوار]	اکتوبر ۲۰۰۹/۱۳۔۱۸
انوار الحق، مولانا	اخلاقِ حسنہ اور ہمارا کردار [خطبہ جمعہ/مرتب: سلمان الحق انوار/۴ اقساط] دسمبر ۲۰۰۹/۱۴۔۲۱، جنوری ۲۰۱۰/ ۱۷۔۲۵، فروری ۲۰۱۰/ ۱۰۔۱۸، مارچ ۲۰۱۰/۱۲۔۱۹	
محمد جعفر رحمانی	ناقص الخلقت کے بارے میں ایک عدالتی فیصلہ اور اسلامی نقطۂ نگاہ [اسقاطِ حمل]	جنوری ۲۰۱۰/ ۳۱۔۳۴
تنویر خالد قاسمی	''اسلام میں عورتوں کے حقوق'' غیروں کی نظر میں	فروری ۲۰۱۰/ ۴۰۔۴۵
محمد جعفر رحمانی	سروگیٹ پریگنسی (Surrogate Pregnancy) [رحمِ مادر کو کرایہ پر دینے کا حکم شرعی]	مارچ ۲۰۱۰/ ۵۸۔۶۰
مختار اللہ حقانی، مفتی	اُدھار کی صورت میں زیادہ قیمت پر مختلف ممالک کی کرنسی کی بیع کا شرعی جائزہ	جون ۲۰۱۰/ ۴۵۔۵۳

تصویرِ وطن

محمد ابراہیم فانی	وطنِ عزیز کی مخدوش اور تشویش ناک صورتِ حال [اداریہ]	اکتوبر ۲۰۰۹/۴
راشد الحق سمیع، حافظ	دینی جماعتوں کے خلاف ایک سازش؟ (علماء کرام کو زہر دینے کی ناکام کوشش)[اداریہ]	دسمبر ۲۰۰۹/ ۲۔۸
محمد ابراہیم فانی	ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور امریکی عدالت انصاف [اداریہ]	جنوری ۲۰۱۰/۲
ادارہ	کراچی میں علماءِ کرام کا قتلِ عام [اداریہ]	فروری ۲۰۱۰/۳
ادارہ	۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی مجوزہ ترامیم: خدشات اور تحفظات [اداریہ]	فروری ۲۰۱۰/۲
محمود حسن	مسئلہ تصویر کے مختلف پہلو اور علماء کے اجتہادی افکار	فروری ۲۰۱۰/ ۱۹۔۳۳
راشد الحق سمیع، حافظ	اٹھارویں آئینی ترمیم اور ملک وملت کا مقدر؟ [اداریہ]	مارچ ۲۰۱۰/۲۔۷
راشد الحق سمیع، حافظ	ملک کی تاریخ کا بدترین سیلاب......ابتلا، آزمائش یا قدرت کی سرزنش؟ [اداریہ]	جولائی ۲۰۱۰/ ۲۔۳
شفیق الدین فاروقی	دار العلوم میں متاثرین سیلاب کے لیے امدادی کیمپ	جولائی ۲۰۱۰/ ۶۰
راشد الحق سمیع، حافظ	متاثرینِ سیلاب کے سعودیہ کا قابلِ تقلید و قابلِ تحسین کردار [اداریہ]	اگست ۲۰۱۰/۴
شفیق الدین فاروقی	دار العلوم میں متاثرین سیلاب کے لیے امدادی کیمپ	اگست ۲۰۱۰/ ۶۲۔۶۳
راشد الحق سمیع، حافظ	پاکستان میں عراق کے طرز پر دیوبندی و بریلوی مکاتب فکر کو لڑانے کا امریکہ و برطانیہ کا خطرناک منصوبہ۔ [اداریہ]	ستمبر ۲۰۱۰/۹۔۱۰
اسلم بیگ، مرزا	کابل اور اسلام آباد کے دکھوں کی کہانی۔	ستمبر ۲۰۱۰/ ۴۸۔۵۱

اُمتِ مسلمہ اور عالمِ مغرب

غلام رسول ویشکھ	دہشت گرد: کون؟...... کیوں؟...... کیسے؟	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۴۳۔۴۵
حذیفہ وستانوی	دار الاسلام و دار الکفر اور عصرِ حاضر میں اس کی تطبیق	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۶۳۔۶۶
جاوید اختر ندوی	اسلام اور اُمتِ مسلمہ کے بارہ میں عالمی خبریں	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۷۶۔۷۷
سمیع الحق، مولانا	مسلم حکمران اور سنتِ ابراہیمیؑ کی اصلی رُوح [خطاب/مرتب: محمد ابراہیم فانی]	دسمبر ۲۰۰۹/ ۹۔۱۳

اسلم بیگ، مرزا	اوبامہ کی نئی افغان حکمتِ عملی اور اس کے تزویراتی اثرات	دسمبر ۲۰۰۹/ ۲۹-۳۲
محمد ابراہیم فانی	فرانس میں برقعہ پر پابندی [اداریہ]	جنوری ۲۰۱۰/ ۳
ریحان غنی	دہشت گردی ...... فتنۂ عظیم	جنوری ۲۰۱۰/ ۵۲-۵۵
حذیفہ غلام محمد	سقوطِ غرناطہ کی کوکھ سے امریکا کا جنم [امریکی مظالم کی تاریخ پر ایک اہم ترین کتاب [illegible] دوست جس کے از ڈاکٹر حقی حق/ ۲/ اقساط]	جنوری ۲۰۱۰/ ۴۳-۵۱، فروری ۲۰۱۰/ ۴۶-۵۳
جاوید اختر ندوی	عالمِ اسلام: حالات وواقعات	فروری ۲۰۱۰/ ۵۸-۶۱
محمد ابراہیم فانی	علامہ اقبالؒ کا پیغام اُمتِ مسلمہ کے نام	مارچ ۲۰۱۰/ ۵۰-۵۳
ریحان اختر	خود ساختہ امن کا محافظ ہی ...... اصل دہشت گرد	مارچ ۲۰۱۰/ ۵۴-۵۷
ریحان اختر	جنگ وامن کا تصور اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات کے تناظر میں	اپریل ۲۰۱۰/ ۳۷-۴۱
محمد الیاس ندوی	ہمارے موجودہ تمام مسائل کا صرف ایک حل	اپریل ۲۰۱۰/ ۴۶-۴۸
راشد الحق سمیع، حافظ	جنرل میک کرسٹل کی برطرفی، افغانستان میں امریکی شکست کا واضح اعلان [اداریہ]	جون ۲۰۱۰/ ۲-۳
ابرار خٹک	اتحادِ اسلامی ...... قرآن وسنت اور عقل کی روشنی میں	جون ۲۰۱۰/ ۲۴-۳۷
ریحان اختر	مذہبی آزادی ...... بقائے باہم کا ایک درخشاں اُصول	جولائی ۲۰۱۰/ ۵۴-۵۸
اسلم بیگ، مرزا	امریکی جنرل میک کرسٹل کا اُصولی اعتراض	جولائی ۲۰۱۰/ ۳۹-۴۲
محمد الیاس ندوی	تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو سہی مسلماں بھی ہو؟	جولائی ۲۰۱۰/ ۴۹-۵۳
راشد الحق سمیع، حافظ	اسلام کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکی عدالت کی جانب سے متعصبانہ سزا [اداریہ]	اگست ۲۰۱۰/ ۲
راشد الحق سمیع، حافظ	امریکی پادری کی جانب سے قرآن کی بے حرمتی کا افسوس ناک واقعہ [اداریہ]	اگست ۲۰۱۰/ ۳
خالد محمود سومرو	امریکہ اور اس کے حواری: انسانی حقوق کے علَم بردار یا بیگناہ انسانوں کے قاتل	اگست ۲۰۱۰/ ۴۵-۴۹
اسلم بیگ، مرزا	افغان قوم کی آزادی قریب تر	اگست ۲۰۱۰/ ۵۰-۵۲
حبیب اللہ حقانی	اُمتِ مسلمہ کے لیے مغرب سے واقفیت ضروری ہے	اگست ۲۰۱۰/ ۵۹-۶۱

سائنس اور اسلام

سعید الرحمٰن ندوی	قرآنِ عظیم اور کائناتی زمینیں ...... زمینوں کی ایک خوفناک طبعی حقیقت-۳	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۱۹-۲۸
لقمان الحق حقانی	کائنات کے اسرار ورموز اور چار کا ہندسہ	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۷۴-۷۵

تعلیم وتعلم اور مدارس

محمد حنیف جالندھری	مدارس پر چھاپے ...... ایک سوچا سمجھا منصوبہ	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۵۶-۵۸
ظہور الحق	دار العلوم دیوبند ...... میرے چند مشاہدات وتجربات	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۷۰-۷۲
راشد الحق سمیع، حافظ	دینی جماعتوں کے خلاف ایک سازش؟ (علماءِ کرام کو زہر دینے کی ناکام کوشش) [اداریہ]	دسمبر ۲۰۰۹/ ۲-۸
شفیق الدین فاروقی	وفاق المدارس العربیہ کا اجلاس کراچی	جنوری ۲۰۱۰/ ۶۰
شفیق الدین فاروقی	جامعہ قاسمیہ میں ضیاء القاسمی کے خاندان سے اظہارِ ہمدردی	فروری ۲۰۱۰/ ۶۲
سمیع الحق، مولانا	علماءِ دیوبند کے اجتماع لاہور میں جرأت مندانہ خطاب [اداریہ]	مارچ ۲۰۱۰/ ۲-۵
محمد ازہر، مولانا	مدارس کے خلاف امریکی عزائم، حکومت اس شرانگیزی کا نوٹس لے!	اپریل ۲۰۱۰/ ۵۰-۵۲
محمد اسرار ابن مدنی	مذہبی میڈیا ورکشاپ: چند تاثرات [انٹرنیشنل دینی صحافت کانفرنس]	اپریل ۲۰۱۰/ ۶۱-۶۳
غلام قادر	فقہی سیمینار، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان [سود کے بارے میں اہم اجلاس]	جون ۲۰۱۰/ ۵۴-۵۷

ادارہ (تبصرہ) اکابرین وفاق المدارس، پاکستان از محمد اکبر شاہ بخاری جون۲۰۱۰/۶۴
ادارہ (تبصرہ) صرف پانچ منٹ کا مدرسہ از 'علماءِ دینیات' جولائی۲۰۱۰/۶۳
ادارہ (تبصرہ) مفید الطالبین (درسِ نظامی) از محمد احسن نانوتویؒ اگست۲۰۱۰/۶۴

سیرتِ انبیاءِ کرامؑ اور صحابہ عظامؓ

ابوالحسن علی ندویؒ ہری ہوگئی کھیتی ساری خدا کی [انبیاءِ کرام کی دعوت] مارچ۲۰۱۰/۲۰۔۲۶
عرفان الحق حقانی شہیدِ قرآن حضرت عثمان غنیؓ ...... سیرت و فضائل دسمبر۲۰۰۹/۳۳۔۴۳
توقیر احمد ندوی عہدِ نبوی ﷺ میں تحریر و کتابت کا رواج دسمبر۲۰۰۹/۲۲۔۲۸
عبدالستار الاعظمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں مداومت مارچ۲۰۱۰/۴۱۔۴۲

ادارہ (تبصرہ) سیرت سیدنا ابو ہریرہؓ (مستشرقین اور معاندین کے اعتراضات ردّ) از محمد اقبال رنگونی جون۲۰۱۰/۶۲

عظمتِ رسالت اور ختمِ نبوت [ردِّ قادیانت، اسماعیلیت اور عیسائیت]

راشد الحق سمیع، حافظ توہینِ رسالت کا بار بار ارتکاب، صلیبی دہشت گردی کا تسلسل [اداریہ] اپریل۲۰۱۰/۲
ریحان اختر جنگ و امن کا تصور اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات کے تناظر میں اپریل۲۰۱۰/ ۳۷۔۴۱
انوار الحق، مولانا قصرِ ختمِ نبوت کی آخری اینٹ (ردِّ قادیانیت) [خطبہ جمعہ/مرتب: سلمان الحق انوار/۴/اقساط]
اپریل۲۰۱۰/ ۲۸۔۳۴، جون۲۰۱۰/۹۔۱۵، جولائی۲۰۱۰/۶۔۱۲، اگست۲۰۱۰/ ۸۔۱۴
شفیق الاسلام فاروقی اسماعیلی فرقہ: جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اپریل۲۰۱۰/۶۴۔۶۵

☆☆ مزید دیکھیے شخصیات

شخصیات [سوانح و خدمات]

محمد ابراہیم فانی مولانا شمس الہادی صاحب شاہ منصوریؒ اکتوبر۲۰۰۹/ ۴۶۔۵۵
حبیب اللہ حقانی مولانا محمد گوہر شاہ حقانی [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات] اکتوبر۲۰۰۹/ ۶۷
حبیب اللہ حقانی مولانا صالح الدین حقانی [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات] اکتوبر۲۰۰۹/ ۶۸۔۶۹
حبیب اللہ حقانی مولانا محمد ابراہیم فانی [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات] دسمبر۲۰۰۹/۵۴۔۵۸
محمد ابراہیم فانی محمد اجمل خٹک کا سانحہ ارتحال [اداریہ] جنوری۲۰۱۰/۴۔۵
حبیب اللہ حقانی مولانا فیض الرحمٰن حقانی [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات] جنوری۲۰۱۰/۵۶۔۵۹
اکرام اللہ جان سر سید احمد خان اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں [۲/اقساط] جنوری۲۰۱۰/ ۳۵۔۴۲، فروری۲۰۱۰/۳۴۔۳۹
ادارہ مولانا نصیر احمد کا سانحۂ ارتحال [اداریہ] فروری۲۰۱۰/۵
ادارہ نامور خطیب مولانا امیر زاہد فاضل دیوبند کی وفات [اداریہ] فروری۲۰۱۰/۶
حبیب اللہ حقانی شیخ الحدیث مولانا انوار الحق [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات] فروری۲۰۱۰/۵۴۔۵۵
حبیب اللہ حقانی مفتی ڈاکٹر شوکت اللہ حقانی [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات] فروری۲۰۱۰/۵۶۔۵۷
شفیق الدین فاروقی جمعیۃ کے رہنما شیخ محمد شفیعؒ کی شہادت فروری۲۰۱۰/۶۳
شفیق الدین فاروقی محمد فیروز خانؒ فاضل دیوبند کی وفات فروری۲۰۱۰/۶۳
راشد الحق سمیع، حافظ داعیِ قرآن اور مردِ قلندر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی رحلت مارچ۲۰۱۰/۸
محمد یونس میو ڈاکٹر حمید اللہؒ اور معاصر شخصیات مارچ۲۰۱۰/ ۲۷۔۴۰

عدیل قاسمی مصطفائی	امام شاہ فضل رحمان صدیقی گنج مراد آبادیؒ	مارچ ۲۰۱۰/ ۴۷۔۴۹
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کے اسفار و ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور خواجہ امان اللہؒ (لاہور) کی تعزیت	مارچ ۲۰۱۰/ ۶۲
راشد الحق سمیع، حافظ	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرستِ اعلیٰ مولانا خان محمدؒ کی جدائی	اپریل ۲۰۱۰/ ۴
راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا عبدالحلیم حقانیؒ کے المناک رحلت	اپریل ۲۰۱۰/ ۵
راشد الحق سمیع، حافظ	معروف شخصیت صبیح الدینؒ عرف رجڑ صاحب حق کا سانحۂ ارتحال	اپریل ۲۰۱۰/ ۶
ادارہ	مکتوبات مولانا خان محمدؒ کندیاں بنام مولانا سمیع الحق	اپریل ۲۰۱۰/ ۱۴۔۲۷
عطاء اللہ شاہ	دارالعلوم دیوبند میں مولانا عبدالحقؒ کی زیر تدریس مشکوٰۃ شریف کے اختتامی درس میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شرکت	اپریل ۲۰۱۰/ ۳۵۔۳۶
محمد ثاقب	علامہ صابونی اور ان کی تفسیر	اپریل ۲۰۱۰/ ۴۲۔۴۵
محمد ابراہیم فانی	رہبر کارواں سوئے جنت رواں [خواجہ خان محمد/نظم]	اپریل ۲۰۱۰/ ۴۹
قیصر حسین ندوی	شیخ الاسلام بقی بن مخلد اندلسیؒ: حصولِ علم میں فنائیت کا ایک مثالی نمونہ	اپریل ۲۰۱۰/ ۵۳۔۵۵
حبیب اللہ حقانی	مولانا محمد شعیب حقانی [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات]	اپریل ۲۰۱۰/ ۵۶۔۵۸
حبیب اللہ حقانی	مولانا محمد امین دوست حقانی [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات]	اپریل ۲۰۱۰/ ۵۹۔۶۰
حبیب اللہ حقانی	مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ [فضلائے حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات]	جون ۲۰۱۰/ ۳۸۔۴۴
احسان اللہ فہد	امام شاہ ولی اللہؒ کا نظریۂ عدل [یونانی فکر، عیسائیت اور اسلام کا تقابلی مطالعہ]	جولائی ۲۰۱۰/ ۱۶۔۲۷
محمد یوسف شاہ	بزمِ قاسمیؒ دیوبند کی ایک اور شمع بجھ گئی [مولانا قاضی عبداللطیفؒ کی وفات]	جولائی ۲۰۱۰/ ۴۳۔۴۸
شفیق الدین فاروقی	مولانا قاضی عبداللطیف کے بارہ میں تعزیتی ریفرنس	جولائی ۲۰۱۰/ ۶۱
راشد الحق سمیع، حافظ	یادگارِ اسلاف، مولانا قاضی عبداللطیفؒ کی وفات [اداریہ]	جولائی ۲۰۱۰/ ۴۔۵
راشد الحق سمیع، حافظ	نامور محقق، مفکر علامہ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کی وفات [اداریہ]	اگست ۲۰۱۰/ ۵
راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا قاضی انوار الدینؒ کی افسوس ناک وفات [اداریہ]	اگست ۲۰۱۰/ ۶
راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا محمد ادریسؒ کی وفات [اداریہ]	اگست ۲۰۱۰/ ۷
محمد انس حسان	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ذوقِ شاعری	اگست ۲۰۱۰/ ۲۳۔۳۰
داور خان داؤد	فکرِ خوشحال خان خٹک ...... دینِ اسلام کی روشنی میں	اگست ۲۰۱۰/ ۳۸۔۴۴
راشد الحق سمیع، حافظ	مولانا نور محمد آف وزیرستان کی افسوسناک جدائی [اداریہ]	ستمبر ۲۰۱۰/ ۱۱
راشد الحق سمیع، حافظ	سابق صدر پاکستان فاروق خان لغاری کی وفات [اداریہ]	ستمبر ۲۰۱۰/ ۱۱۔۱۲
راشد الحق سمیع، حافظ	[اداریہ]	ستمبر ۲۰۱۰/ ۱۳
	مولانا نور محمد کے حالات زندگی اور آپ کی خدمات۔	ستمبر ۲۰۱۰/ ۵۲۔۵۶

غلام قادر، مفتی (مبصر)	کمالاتِ عثمانی (سوانح علامہ شبیر احمد عثمانیؒ) از محمد انوار الحسن انور قاسمی	دسمبر ۲۰۰۹/ ۶۲
عرفان الحق حقانی (مبصر)	مولانا غلام غوث ہزارویؒ: مذہبی و سیاسی خدمات از سہیل احمد اعوان	جنوری ۲۰۱۰/ ۶۳
ادارہ (مبصر)	حضرت مدنیؒ (مولانا حسین احمد مدنیؒ کا مختصر تذکرہ) از محمد عبداللہ	مارچ ۲۰۱۰/ ۶۴
ادارہ (مبصر)	ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ کا مولانا سرفراز خان صفدرؒ نمبر [مدیر: مولانا زاہد الراشدی]	اپریل ۲۰۱۰/ ۶۹
ادارہ (مبصر)	معارف مفتی اعظم از افاداتِ مفتی محمد شفیعؒ [مرتب: محمد اکبر شاہ بخاری]	اپریل ۲۰۱۰/ ۷۱

بحث و تحقیق

یحییٰ نعمانی، مولانا	علت القتال کیا ہے؟ کفر؟ شوکت کفر؟ یا محاربہ؟ جہاد کی آیات کی روشنی میں	ستمبر ۲۰۱۰/ ۲۸۔۴۴

تذکرۂ اسلاف

سمیع الحق، مولانا	عہدِ طالب علمی کے چند علمی منتخبات [مرتب: عرفان الحق حقانی] ۔ ۷تا۱۱	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۵۔۱۲،
جنوری ۲۰۱۰/ ۶۔۱۶، فروری ۲۰۱۰/ ۷۔۹، مارچ ۲۰۱۰/ ۹۔۱۱، اپریل ۲۰۱۰/ ۷۔۱۳		
شفیق الدین فاروقی	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے حفید (پڑپوتے) محمد معز الحق کی ولادت	فروری ۲۰۱۰/ ۶۴
ادارہ	کراچی میں علماءِ کرام کا قتلِ عام [اداریہ]	فروری ۲۰۱۰/ ۳
عطاء اللہ شاہ	دارالعلوم دیوبند میں مولانا عبدالحقؒ کی زیر تدریس مشکوۃ شریف کے اختتامی درس میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شرکت	اپریل ۲۰۱۰/ ۳۵۔۳۶
فیاض خان سواتی	اسلاف کے قیمتی اقوال وملفوظات	اگست ۲۰۱۰/ ۳۱۔۳۷
ادارہ (مبصر)	کتاب شہدائے اسلام قدم بہ قدم از ادارہ 'تالیفات اشرفیہ' ملتان	مارچ ۲۰۱۰/ ۴۲
ادارہ (مبصر)	اکابرین وفاق المدارس' پاکستان از محمد اکبر شاہ بخاری	جون ۲۰۱۰/ ۶۴

خطبات

اسرار بن مدنی	تقریبِ دستار بندی وختم بخاری اور مولانا سمیع الحق کا خطاب	جون ۲۰۱۰/ ۴۔۸
انوار الحق، مولانا	ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی، عذاب الٰہی کو دعوت [خطبہ جمعہ]	ستمبر ۲۰۱۰/ ۲۱۔۲۷
ادارہ (مبصر)	تحفۂ برما (برما میں کیے گئے خطبات) از سید ابوالحسن علی ندوی [مرتب: محمود حسن حسنی]	جون ۲۰۱۰/ ۶۱
ادارہ (مبصر)	تجلیاتِ شمسیہ (خطبات ومواعظ) از شمس الہادی منصوری [مرتب: محمد رقیب مجددی]	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۷۹

دارالعلوم کے شب و روز [ودیگر سرگرمیاں]

شفیق الدین فاروقی	کرنل معمر قذافی کے خصوصی نمائندہ کی مولانا سمیع الحق سے ملاقات	دسمبر ۲۰۰۹/ ۵۹
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کا دورۂ ہزارہ	دسمبر ۲۰۰۹/ ۵۹
شفیق الدین فاروقی	دارالعلوم کے ختم بخاری میں مختلف حضرات کے لیے دعائے مغفرت	دسمبر ۲۰۰۹/ ۶۰
شفیق الدین فاروقی	اساتذہ دارالعلوم کا سفرِ حج	دسمبر ۲۰۰۹/ ۶۱
شفیق الدین فاروقی	جمعیت علماء اسلام (نظریاتی گروپ) کے عصمت اللہ کی مولانا سمیع الحق سے ملاقات	دسمبر ۲۰۰۹/ ۶۱
شفیق الدین فاروقی	جمعیۃ کے صوبائی کنونشن سے مولانا سمیع الحق کا خطاب	جنوری ۲۰۱۰/ ۶۰
شفیق الدین فاروقی	ملک کی اہم شخصیات کی دارالعلوم آمد	جنوری ۲۰۱۰/ ۶۱
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کا سفر لیبیا	فروری ۲۰۱۰/ ۶۲
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کا لاہور، فیصل آباد، ڈسکہ وغیرہ کا سفر	فروری ۲۰۱۰/ ۶۲
شفیق الدین فاروقی	مغربی صحافیوں اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے جرنلسٹوں کی دارالعلوم آمد	فروری ۲۰۱۰/ ۶۴
شفیق الدین فاروقی	تعطیلات کے بعد جامعہ میں دوبارہ تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز	فروری ۲۰۱۰/ ۶۴
محمد یوسف شاہ	قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کا دورہ جنوبی اضلاع	مارچ ۲۰۱۰/ ۴۳۔۴۶
شفیق الدین فاروقی	پانچ ماہی امتحانات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں تقسیم انعامات	مارچ ۲۰۱۰/ ۶۱
شفیق الدین فاروقی	زعماءِ جمعیت علماءِ اسلام کا دورۂ بلوچستان	مارچ ۲۰۱۰/ ۶۲

شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کے اسفار و ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور خواجہ امان اللہؒ (لاہور) کی تعزیت	مارچ ۲۰۱۰/۶۲
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کا ایکسیڈنٹ	اپریل ۲۰۱۰/۶۶
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کا سفر کراچی	اپریل ۲۰۱۰/۶۶
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کے دیگر اسفار	اپریل ۲۰۱۰/۷۱
اسرار بن مدنی	تقریبِ دستار بندی و ختم بخاری اور مولانا سمیع الحق کا خطاب	جون ۲۰۱۰/۴-۸
شفیق الدین فاروقی	دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال ۳۲-۱۴۳۱ھ (۱۱-۲۰۱۰ء) کے داخلوں کا شیڈول	جون ۲۰۱۰/ ۵۸
شفیق الدین فاروقی	دارالعلوم اور وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات کا انعقاد	جون ۲۰۱۰/ ۵۹
شفیق الدین فاروقی	دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کا اہم اجلاس	جون ۲۰۱۰/ ۵۹
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کا سفر کراچی	جون ۲۰۱۰/ ۵۹
شفیق الدین فاروقی	نائب مہتمم مولانا انوار الحق کی مصروفیات	جون ۲۰۱۰/ ۶۰
شفیق الدین فاروقی	دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال ۳۲-۱۴۳۱ھ (۱۱-۲۰۱۰ء) کے داخلوں کا شیڈول	جولائی ۲۰۱۰/ ۵۹
شفیق الدین فاروقی	وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات	جولائی ۲۰۱۰/ ۶۰
شفیق الدین فاروقی	مولانا سمیع الحق کی بعض مصروفیات	جولائی ۲۰۱۰/ ۶۱
شفیق الدین فاروقی	دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب	اگست ۲۰۱۰/ ۶۲
حبیب اللہ حقانی	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کی حقانیہ آمد اور ملاقات۔ مولانا سمیع الحق کا استقبالیہ اور ڈاکٹر صاحب کا جوابی خطاب	ستمبر ۲۰۱۰/۱۳-۲۰
شفیق الدین فاروقی	حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے لئے دعائے صحت کی اپیل	ستمبر ۲۰۱۰/ ۵۷
شفیق الدین فاروقی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب کی دوبارہ بطور مرکزی نائب صدر وفاق المدارس تقرری	ستمبر ۲۰۱۰/ ۵۷
شفیق الدین فاروقی	حضرت مولانا مطیع الرحمٰن کی آمد اور تعاون	ستمبر ۲۰۱۰/ ۵۷
شفیق الدین فاروقی	جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تعلیمی کمیٹی سمیت شیوخ و اساتذہ کا اجلاس	ستمبر ۲۰۱۰/ ۵۸
شفیق الدین فاروقی	فرانسیسی صحافی کی دارالعلوم آمد	ستمبر ۲۰۱۰/ ۵۸

متفرقات

عزیز الرحمٰن	اسلامی کیلنڈر کی ضرورت و اہمیت [محرم الحرام سے تقویم اسلامی کا آغاز کیوں؟]	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۲۹-۴۲
عبداللطیف اثری	خنزیر کے بارہ میں اسلامی تعلیمات پر مہر تصدیق [سوائن فلو کی عالمی وبا]	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۵۹-۶۲
محمد ابراہیم فانی	قیامت خیز آفات و نوازل کے وقت ہمارا کردار و عمل	جولائی ۲۰۱۰/ ۱۳-۱۷
محمد اسرار ابن مدنی	مذہبی میڈیا ورکشاپ: چند تاثرات [انٹرنیشنل دینی صحافت کانفرنس]	اپریل ۲۰۱۰/ ۶۱-۶۳
عبدالرؤف فاروقی	قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ بلا مقابلہ جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب	ستمبر ۲۰۱۰/ ۵۹-۶۱

ادارہ (مبصر)	التوضیح السامی شرح الحسامی (پشتو، اُصول فقہ) از محمد ابراہیم فانی [مرتب: اشفاق حقانی]	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۷۹
ادارہ (مبصر)	شاہین تخیل (پشتو شاعری) از محمد ابراہیم فانی	اکتوبر ۲۰۰۹/ ۸۰
عرفان الحق حقانی (مبصر)	اُردو شرح قدوری شریف از مفتی محمد جمیل	جنوری ۲۰۱۰/ ۶۴
ادارہ (مبصر)	اثمار الھدایہ علی الھدایہ (شرح ہدایہ) از ثمیر الدین قاسمی	جون ۲۰۱۰/ ۶۳
ادارہ (مبصر)	اتمام الصحیفہ فی توضیح علم الصیغہ (عربی) از عنایت احمد کاکوروی	اگست ۲۰۱۰/ ۶۴
ادارہ (مبصر)	فتاویٰ دارالعلوم کراچی (جلد اول) افادات: مولانا رفیع عثمانی۔ ترتیب و تخریج، مولانا اعجاز احمد صمدانی، مولانا طاہر اقبال	ستمبر ۲۰۱۰/ ۶۲
ادارہ (مبصر)	آبِ رواں محشی و مترجم مولانا قاری عبدالرحمٰن خلفی	ستمبر ۲۰۱۰/ ۶۳
ادارہ (مبصر)	تاریخ کے بکھرے موتی مؤلف: مولانا محمد اصغر کانالوی	ستمبر ۲۰۱۰/ ۶۴

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ــــ 45
شمارہ نمبر ــــ 12
ذیقعدہ، ذوالحجہ ــ ۱۴۳۱ھ
ستمبر ــــ ۲۰۱۰ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

○ پاکستان میں فرقہ وارانہ تصادم کا سامراجی منصوبہ۔
○ مولانا نور محمد آف وانا، مولانا محمد یوسف پلندری
اور سابق صدر فاروق لغاری کی جدائی .... مولانا راشد الحق سمیع 9
○ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کی حقانیہ آمد۔
مولانا سمیع الحق کا استقبالیہ اور ڈاکٹر صاحب کا جوابی خطاب .... مولانا حبیب اللہ حقانی ۱۳
○ ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی، عذاب الٰہی کو دعوت .... مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۲۱
○ علت القتال کیا ہے؟ کفر؟ شوکت کفر؟ یا محاربہ .... حضرت مولانا یحییٰ نعمانی ۲۸
○ فریضہ حج: امت مسلمہ کے اتفاق و اتحاد کا شاندار مظہر .... مولانا محمد ابراہیم فانی ۴۵
○ کابل اور اسلام آباد کے دکھوں کی کہانی .... جنرل مرزا اسلم بیگ ۴۸
○ مولانا نور محمدؒ کے حالات زندگی اور آپکی خدمات (وفیات) .... حافظ نور محمد ۵۲
○ دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۷
○ قائد جمعیت مولانا سمیع الحق جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب .... مولانا عبدالرؤف فاروقی ۵۹
○ تعارف تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax(0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250 بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز	بسم اللہ الرحمن الرحیم	مولانا راشد الحق سمیع

پاکستان میں عراق کے طرز پر دیوبندی و بریلوی مکاتب فکر کو لڑانے کا امریکہ و برطانیہ کا خطرناک منصوبہ

یہ بات روز اول ہی سے اظہر من الشمس ہے کہ مغرب اسلام دشمنی کا کوئی موقع صدیوں برس سے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ہر دور اور ہر زمانے میں مغرب اسلام کی بیخ کنی میں اندرونی اور بیرونی طور پر کسی نہ کسی محاذ پر نبرد آزما رہتا ہے۔ پہلے پہل عربوں اور سلطنت عثمانیہ میں غلط فہمیاں اور اختلافات پیدا کرا کر عظیم اسلامی سلطنت خلافت عثمانیہ کو پارہ پارہ کیا گیا، پھر مشترکہ ہندوستان میں قادیانیوں کا فتنہ پیدا کر کے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اسی طرح دیوبندی، بریلوی مکاتب فکر کے درمیان بھی برطانوی سامراج نے ہر ممکن کوشش کی کہ ان کے فکری اور بعض عقائد پر قائم ثانوی درجہ کے اختلافات کو بڑھا چڑھا کر انہیں باہم مدمقابل کیا جائے لیکن الحمدللہ دونوں جانب کے اکابرین نے برطانوی سامراج کا یہ منصوبہ بروقت ناکام بنا دیا تھا اور ان کے اختلافات مناظروں اور تحریر و تصنیف اور جواب در جواب کی حد سے آگے نہ بڑھے، پھر بعد میں عراق میں امریکہ نے اپنی واضح شکست اور ناکامی کو بھانپتے ہوئے شیعہ سنی اختلافات کو بڑی مہارت کے ساتھ بروئے کار لاتے ہوئے دونوں فرقوں کو امریکہ کے خلاف جنگ سے موڑ کر ایک دوسرے کے مدمقابل کروا دیا اور اب دونوں فرقے امریکی استعمار کو چھوڑ کر دن رات ایک دوسرے کو مٹانے میں مصروف عمل ہیں۔ اور اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امریکہ کے عراق میں اکھڑتے ہوئے قدموں کو وقتی طور پر سہارا مل گیا ہے اور اب وہ وہاں پر مستقل ڈیرے ڈالنے کے خواب دیکھ رہا ہے، بدقسمتی سے دونوں فرقوں کو اس کا احساس نہیں ہو رہا۔ اسی تجربے کی بناء پر امریکہ اور برطانیہ دونوں نے مل کر پاکستان میں ایسا ہی ایک بہت بڑا خطرناک منصوبہ شروع کرا دیا ہے، جس کے نتیجے میں پہلے پہل بلیک واٹر، سی آئی اے اور اس کے ایجنٹوں کے ذریعے ملک بھر اور خصوصاً کراچی کے جید علمائے کرام کے ٹارگٹ کیلنگ آئے روز کرائی جا رہی ہے، اور شیعہ سنی کے درمیان بھی ایک خطرناک جنگ کے شعلے لگانے کی تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سب سے خطرناک سازش یہ ہے کہ بریلوی مکتب فکر کو اشتعال دلانے کیلئے اور پاکستانی قوم و امت مسلمہ کو تفرقہ اور فساد بپا کرنے کیلئے پاکستان میں موجود بزرگان دین اولیاء اللہ کے مزارات پر وقفے وقفے سے بم حملے کرائے جا رہے ہیں، اور درجنوں معصوم، بے گناہ لوگوں کو ان کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور اس کی ذمہ داری اخبارات اور میڈیا کے ذریعے طالبان پاکستان کے سر تھوپی جا رہی ہے

کیونکہ طالبان کا تعلق عقیدے کے لحاظ سے مسلک دیوبند سے ہے (اگرچہ دارالعلوم دیوبند ان تمام معاملات پر اپنا تفصیلی فیصلہ اور فتویٰ دے چکا ہے) اسی لئے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے مسلک دیوبند کے خلاف ان دنوں منفی پروپیگنڈے، کردار کشی اور ہرزہ سرائی کا بازار خوب گرم ہے اور بریلوی علماء جو جذبات کی رو میں آ کر اور امریکی سازش کی باریکیوں سے بے خبر ہو کر کھلم کھلا دیوبندیوں کے خلاف ان دنوں سینہ سپر ہو کر ایسی ایسی نامناسب باتیں اور تقریریں کر رہے ہیں جس سے آسانی کے ساتھ امریکہ کے عزائم کا ایجنڈا (خاکم بدہن) شروع ہونے والا ہے۔ اس سلسلے میں ''سنی اتحاد کونسل'' کے کرتا دھرتا آگ اور خون کے کھیل کو مخصوص ایجنڈے اور خفیہ طاقتوں کے اشارے پر پورے پاکستان میں پھیلا رہے ہیں، اگرچہ علماء دیوبند اور وفاق المدارس اور دیوبند مسلک کے تمام چیدہ چیدہ دینی مدارس کے اکابرین اولیاء اللہ کے مزارات پر خودکش حملوں کی نہ صرف بھرپور مذمت کر چکے ہیں بلکہ اس سلسلے میں اپنے مکمل تعاون کا اظہار بھی کر چکے ہیں۔ اور اس قسم کی بین الاقوامی سازش کو ناکام بنانے کی ہر ممکن تعاون کا یقین بھی حکومت اور بریلوی مکتب فکر کو دلا چکے ہیں لیکن پھر بھی بریلوی مکتب فکر کے چند سیاسی رہنماؤں کو آگ و خون کو مزید بھڑکانے کا مشغلہ نہ جانے کیوں مرغوب لگ رہا ہے؟

مسلک دیوبند الحمدللہ راہِ اعتدال کا نام ہے۔ اس کا افراط و تفریط، غلو و تشدد سے کوئی کام نہیں۔ اولیاء اللہ اور اس کے مزارات کی بے حرمتی یا اس کے مٹانے اور اس کی پامالی کا تصور بھی مسلک دیوبند میں دور دور تک پایا نہیں جاتا۔ جان بوجھ کر پہلے پشاور میں صوفی شاعر بزرگ اور روحانی پیشوا حضرت عبدالرحمان باباؒ کے مزار کو اڑایا گیا، پھر لاہور میں حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ کے مزار پر خطرناک حملے کیے گئے، پھر بھی جب امریکہ اور اسکے ایجنٹوں کے عزائم کو تقویت نہیں ملی تو پھر کراچی میں حضرت سید عبداللہ شاہ غازیؒ کے مزار پر حملہ کیا گیا، جب کراچی میں بھی مسلکی اختلافات نے نمو نہ پائی حالانکہ دشمنوں نے تو بہت گہری سازش کر کے کراچی کو نشانے کے طور پر چنا تھا۔ کیونکہ کراچی تو پہلے ہی بارود کا ڈھیر بنا ہوا ہے لیکن الحمدللہ دونوں فرقوں کے اکابرین نے تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کر کے اس آگ کو ٹھنڈا ہی رکھا۔ اس کے بعد پنجاب میں پاکپتن شریف میں بھی ایک خطرناک حملہ کیا گیا، لیکن اس کے نتائج بھی مطلوبہ مقاصد حاصل نہ کر سکے۔ لیکن اب دشمن اس سے بڑی خطرناک نئی چالیں شروع کرانے والا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں فرقوں کے اہم رہنماء اور پہلے سے قائم مختلف پلیٹ فارمز حالات کی نزاکت کا فوری احساس کرتے ہوئے ملک بھر اور خصوصاً چاروں صوبوں اور بڑے شہروں میں مل بیٹھ کر اس امریکی اور برطانوی سازش کا قلع قمع کرائیں۔ پاکستان پہلے ہی ہر لحاظ سے کمزور ہو رہا ہے۔ اگر امریکہ اور برطانیہ شیعہ سنی، دیوبندی بریلوی مکاتب فکر کو لڑانے میں کامیاب ہو گیا تو اس سے پاکستان کا وجود خدانخواستہ کمزور ہو سکتا ہے۔ ہم سب کو مل کر اس گہری سازش اور اس کے فسادی گماشتوں سے باخبر ہو کر اتحاد و اتفاق و یکجہتی کیلئے عملی کام کرنا چاہیے۔ اسی میں دونوں فرقوں کی بقاء اور امت مسلمہ کی بہتری کا راز مضمر ہے۔

وفیات: حضرت مولانا نور محمد آف وانا کی افسوسناک جدائی

ماہ رمضان کے مقدس مہینے میں ملک اور خصوصاً صوبہ سرحد کے ممتاز عالم دین سیاسی رہنما اور جامعہ دار العلوم وزیرستان وانا کے مہتمم حضرت مولانا نور محمدؒ درس قرآن کے اختتام پر جامعہ کی عظیم مسجد میں ایک بم حملے میں دو درجن سے زائد طلباء، علماء بے گناہ معصوم شہریوں کے ہمراہ موقع پر شہید ہو گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا مرحوم ایک باکمال منتظم، دور اندیش، وسیع النظر عالم دین تھے۔ حضرت مولانا کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل تھی۔ اللہ نے شکل وصورت اور مردانہ وجاہت سے خوب خوب آپ کو نوازا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہردلعزیزی کی صفت سب سے نمایاں تھی۔ پورے وزیرستان کو اگر کسی شخصیت پر اعتماد اور اتفاق تھا تو وہ آپ ہی کی طلسماتی شخصیت تھی۔ ہر دور اور ہر زمانے میں آپ کی شخصیت پر سب کا اتفاق رہا۔ آپ قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اور حضرت مفتی محمود اور مشترکہ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے وزیرستان میں سیاست کے دروازے آپ ہی نے پہلے پہل کھولے تھے۔ وزیرستان کے کٹر قبائلی اور پختون معاشرے میں اسلام، دینی علوم وفنون اور اکابرین سے وابستگی کے تمام بیج آپ ہی نے کاشت کئے تھے۔ آپ بڑے سلیقے اور بڑے تدبر کیساتھ اپنا عظیم مدرسہ کئی دہائیوں سے چلا رہے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ اور دار العلوم حقانیہ سے آپ کو خصوصی تعلق اور گہری عقیدت رہی۔ زندگی بھر اس روحانی تعلق کو آپ نے خوب نبھایا۔ اسی حادثے میں دار العلوم کے قدیم فارغ التحصیل اور جمعیۃ علماء اسلام (س) کے رہنما حضرت مولانا عبدالوارث صاحب کے جوانسالہ قابل فرزند حافظ مولانا رحمت اللہ حقانی نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ اسی طرح دار العلوم کے درجہ سادسہ کے جوانسال طالبعلم رضوان اللہ بھی درس قرآن میں شریک تھے، انہوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ حضرت مولانا نور محمدؒ کے اکثر فرزندوں وبھتیجوں اور قریبی عزیزوں نے یہیں دار العلوم حقانیہ سے سند فراغت حاصل کیں۔ حضرت مولاناؒ کی اس المناک جدائی پر دار العلوم حقانیہ اس غم میں آپکے بھائیوں مولانا دین محمد، مولانا نیاز محمد فرزندوں حضرت مولانا تاج محمد حقانی، مولانا نور جمال حقانی، مولانا نیک محمد حقانی، مولانا شمس الرحمٰن حقانی، ڈاکٹر نور الحنان اور ڈاکٹر احمد نور سے دلی تعزیت کرتا ہے۔ دار العلوم میں حضرت مولانا مرحوم اور تمام شہداء کیلئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف خان آف پلندریؒ کی وفات

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے شاگردوں کا سلسلۃ الذھب ایک ایک کرکے ہم سے بچھڑ رہا ہے۔ حضرت مدنیؒ کی قندیل معرفت سے جو شمعیں رشد وہدایت فروزاں ہوئی تھیں آخر مرورِ زمانہ اور بادِ حوادث کے باعث ایک ایک کرکے بجھتی چلی جارہی ہیں۔ قحط الرجال کے اس فسوں کار عہد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف

خانؒ کا بچھڑنا نہایت ہی افسوسناک اور باعث غم ہے۔ مولانا مرحوم ایک متحرک اور فعال شخصیت کے مالک تھے۔ جدوجہد آزادی کشمیر میں ڈوگرا حکومت سے کافی عرصہ نبرد آزما رہے اور اپنی جدوجہد سے تحریک آزادی کشمیر میں نئے رنگ بھرے۔ پھر بعد میں قیام پاکستان کے بعد آزاد کشمیر میں دینی و سیاسی وفلاحی خدمات کا ایک لامتناہی سلسلہ آپ نے آخردم تک قائم و دائم رکھا۔ آپ اپنے جامعہ میں نصف صدی تک بخاری شریف اور دیگر صحاح ستہ کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ آپ کی شخصیت میں بلا کی کشش تھی۔ اسی لئے آپ اپنے عقیدت مندوں اور شاگردوں کا ایک بڑا لامتناہی سلسلہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ آپ کے جانشین مولانا سعید یوسف خان جو ہرلحاظ سے علم وفضل اور صفات اور اخلاق میں اپنے والد کی بہترین تصویر ہیں۔ اور کافی عرصہ سے درس وتدریس سے وابستہ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے فعال رکن ہیں۔ امید ہے حضرت مولاناؒ کے یہ فرزند اپنے عظیم والد کے علمی سرمایہ میں مزید اضافے اور نیک نامی کے باعث بنیں گے۔ ادارہ پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے

سابق صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری کی وفات

گزشتہ دنوں سابق صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ جناب لغاری صاحب پاکستان کی سیاست میں ایک سنجیدہ سیاستدان سمجھے جاتے تھے۔ زندگی بھر پاکستان پیپلز پارٹی سے وابستہ رہے۔ پیپلز پارٹی کے بانی چیئر مین ذوالفقار علی بھٹو مرحوم آپ کو زبردستی سیاست کی خاردار وادی میں لائے۔ آپ نے بھی اس عزت افزائی کو آخر تک نبھائے رکھا۔ پھر بعد میں مرحومہ بے نظیر بھٹو کو پاکستان واپس لانے میں اور یہاں پر غیر سیاسی حکومتوں کے خلاف آپ نے ان کے ہمراہ بھرپور سیاسی جدوجہد کی۔ اسی بناء پر مرحومہ نے آپ کو صدر پاکستان کے طور پر منتخب کیا۔ لیکن جب اس دور میں پیپلز پارٹی کرپشن میں پوری پوری ملوث ہوگئی تو جناب لغاری صاحب نے ہرچند کوشش کی کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت اور قیادت کو اس بدنامی سے بچایا اور منع کیا جائے لیکن کرپشن کی لذت کے سامنے جناب لغاری صاحب کی نصیحتیں فراموش کی جاتی رہیں۔ بلا آخر آپ نے حب الوطنی اور عہدے کی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے اپنی ہی قیادت اور حکومت کو کوچہ اقتدار سے بے دخل کردیا۔ یقیناً یہ آپ کا بہت بڑا جراتمندانہ کارنامہ تھا جو پاکستان کی سیاسی تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ ہے۔ اہل پاکستان آپ کی وضع دار شخصیت، آپ کے رکھ رکھاؤ اور حب الوطنی کی صفات کے ہمیشہ قائل ہیں۔ جناب لغاری صاحب کافی عرصے سے علیل رہے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کیساتھ خصوصی دوستانہ تعلقات و مراسم تھے۔ صدر پاکستان کی حیثیت سے بھی اور ویسے بھی اکوڑہ خٹک اور دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم فاروق لغاری کی مغفرت فرمائیں۔ ادارہ ان کے پسماندگان اور خصوصاً ان کے صاحبزادوں سینٹر جمال لغاری اور جناب اویس لغاری سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

علماء ہند کے شاندار ماضی کے ترجمانؒ

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کی جامعہ حقانیہ آمد اور ملاقات

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا استقبالیہ اور ڈاکٹر صاحب کا جوابی خطاب

جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کے نام سے کون واقف نہیں۔ آپ ایک ادیب، مؤرخ، سکالر، پروفیسر اور استاد اور الغرض بے شمار خوبیوں سے آراستہ اور متعدد کمالات سے متصف ہیں؟ زمانہ طالب علمی سے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ سے نام سنا کرتا تھا۔ آپ ان کے کتابوں کا ذکر فرماتے، لاشعوری کے اس دور میں احقر نے حضرت الاستاد کی تحریک پر آپ کی دو کتابیں ''مفتی کفایت اللہ ایک سیاسی مطالعہ'' اور ''شیخ الہند ایک سیاسی مطالعہ'' خریدیں اور پڑھیں۔ بس پھر کیا تھا ڈاکٹر ابوسلمان کے نام سے عشق ہو گیا جو بھی کتاب سامنے آتی خریدتا۔ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت پر تو آپ کی کتابیں بے شمار ہیں۔ ملاقات کی آرزو تھی۔ کئی مرتبہ کراچی کا سفر کیا اور ہر مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان سے ملنے کی تمنا ہوتی مگر کبھی کراچی بالخصوص جہاں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں، کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے اور کبھی اپنی مصروفیات کی وجہ سے تمنا، تمنا ہی رہی۔

پرسوں ترسوں استاذِ محترم حضرت حقانی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کتب خانہ میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا: ''ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری تشریف لا رہے ہیں''۔ احقر نے پوچھا: ''استاد جی! کہاں تشریف لا رہے ہیں؟'' فرمایا: مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور جامعہ ابوہریرہ آ رہے ہیں۔ ان کا فون بھی آیا ہے اور خط بھی۔

بس کیا بتاؤں مجھے کتنی خوشی ہوئی اور کیوں نہ ہو برسوں کی تمنا پوری ہو رہی تھی۔ فوراً پوچھا: ''استاد جی! کب آ رہے ہیں؟'' فرمایا: وہ کل آنے والے تھے مگر کل جمعہ کے دن چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس میں جانا ہے، اس لئے ہفتہ کے دن یہاں تشریف لائیں گے۔ جمعرات، جمعہ یہ اڑتالیس (۴۸) گھنٹے کا انتظار بہت مشکل تھا۔ بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کو تھیں کہ استاذِ محترم نے بلا کر فرمایا کہ: ''چلو دارالعلوم حقانیہ جانا ہے''۔ پوچھا: ''استاد جی! کیوں ڈاکٹر صاحب نہیں آ رہے؟'' فرمایا: ''وہی تو ہے انہیں لینے کے لئے تو جا رہے ہیں''۔ بس دارالعلوم پہنچنے تک ڈاکٹر صاحب کی عجیب وغریب تصویریں ذہن میں بنائے۔ دارالعلوم پہنچے، ابھی دفترِ اہتمام ہی جا رہے تھے کہ جناب الحاج محمد شفیق الدین صاحب نے ''رسائل و جرائد کے دفتر'' سے آواز دی، ''حقانی صاحب! مہمان یہاں ''رسائل و جرائد

کے دفتر'' میں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب حضرت حقانی صاحب سے گلے ملے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دو بچھڑے عزیزوں کے درمیان ملاقات ہو۔ حقانی صاحب نے فرمایا : ''اللہ نے آپ سے بہت کام لیا ہے''۔ آپ کی کتابیں دیکھتے رہے اور سیکھتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ''آپ کا حسنِ ظن ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور خاتمہ بالخیر ہوں''۔

ڈاکٹر صاحب کو مولانا راشد الحق سمیع' جناب محمد شفیق الدین صاحب دارالعلوم حقانیہ کے تمام شعبہ جات' رسائل و جرائد' کمپیوٹر لیب' دارالافتاء' درسگاہیں' دفتر الحق' دفتر مؤتمر المصنفین اور طلبا کے دارالاقاموں اور احاطوں کا معائنہ کراتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب بہت خوش تھے، فرمایا: ''ہم تو سمجھتے تھے کہ یہاں صرف درس و تدریس ہوتا ہے، بلکہ یہاں تو یونیورسٹیوں سے بھی اعلیٰ نظام ہے''۔

دارالعلوم حقانیہ کے مختلف شعبے دیکھنے کے بعد دفتر اہتمام لے گئے۔ یہاں آ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ابوسلمان صاحب کل عصر کے وقت استادِ مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی ملاقات کے لئے پہلی مرتبہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور عصر سے رات گئے تک حضرت مولانا کے دولت کدہ پر علمی' ادبی اور تاریخی نوعیت کی نشست ہوئی۔ نوجوان اساتذہ' اہلِ قلم علماء' باذوق طلبا اور فضلا شریک رہے۔ حضرت استادِ مکرم مولانا سمیع الحق مدظلہٗ گزشتہ دو ہفتوں سے شدید علالت کے باوصف مہمان کے ساتھ مصروفِ گفتگو رہے۔ پُرتکلف عشائیہ دیا اور دوسرے روز بھی تمام دن مہمان کے ساتھ مصروف گزارا۔ علمی' ادبی' قلمی ذوق اور تاریخی شوق کے پیش نظر اپنے مہمان کا مکمل اکرام کیا اور آخر وقت عصر سے قبل جامعہ ابوہریرہ سے رخصت ہونے تک ساتھ رہے۔ ڈاکٹر صاحب سے علمی' ادبی اور تاریخی گفتگو نے حضرت مولانا کی بیماری کو ختم کر دیا۔ تب سے اب تک وہ پھر اپنی معمول کی زندگی اور درس و تدریس' علم وافادہ اور اسفار میں مصروفِ کار ہو گئے۔

دفتر میں حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی مدیر ماہنامہ ''الحق'' نے ڈاکٹر صاحب سے استفسار فرمایا: حضرت آپ نے تنِ تنہا اتنا بڑا کام کیسے کیا؟ اپنے مختصر حالات بھی ذکر فرمادیں۔

ڈاکٹر صاحب: میرا اصل نام تصدق حسین خان ہے۔ میں نے اتنا کام کیسے کیا؟ بس اللہ کے فضل و کرم سے، البتہ اتنا بتادوں کہ میں کسی کی غمی' خوشی میں شریک نہ ہوا، نہ کسی کو دعوت دی اور نہ کسی کی دعوت میں گیا۔ ۱۹۵۰ء میں پاکستان آیا، چھ آٹھ مہینے بڑی تکلیف میں گزارے، لاڑکانہ میں کچھ عزیز تھے، وہاں بھیجا گیا، وہاں سے دادو گیا، مگر ذریعۂ معاش میسر نہ ہوسکا۔ نواب شاہ میں ایک عزیز مدرسہ میں ملازمت کرتے تھے۔ ان کی مردان میں کچھ زمین نکل آئی تو وہ وہاں جانا چاہتے تھے میں وہاں پہنچا اور ان سے عرض کیا کہ آپ اپنی جگہ مجھے رکھ لیں۔ چنانچہ نواب شاہ میں میرا تقرر ہو گیا۔ میں نے الحمدللہ! حفظ بھی کیا ہے۔ وہاں سات سال گزارے۔ ۱۵ روپے تنخواہ تھی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان دیا۔ ۱۹۶۲ء میں میٹرک کیا۔ انٹر، بی اے اور ایم اے کے امتحانات دیئے۔ اس کے بعد

''انجمن ترقی اردو'' میں تقرری ہوئی۔

میرے چچا عبدالہادی خان مولانا مفتی کفایت اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے وہ میرے مربی تھے، انکے ہاں کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ اس دور میں عبداللہ بٹ کے مضامین' سلطان ٹیپو' شاہ عبدالعزیز کی کتابیں اور دیگر کتابیں پڑھتا۔ اسی طرح میرے دادا حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مریدوں میں سے تھے۔ نانا بھی عالمِ دین تھے۔ غرض اچھا خاصا دینی ماحول میسر تھا۔ نانا جی کے پاس بھی کتابوں کا خزینہ تھا۔ نانا کی وفات کے بعد ماموں نے فرمایا: یہ ساری کتابیں دینی مدرسہ میں دے آؤ۔ میں نے عربی کتابیں تو مدرسہ میں دے دیں اور اردو کتابیں گھر لے آیا۔ ماموں جان حضرت شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ شاہ عبدالعزیزؒ کا تذکرہ نہایت عقیدت سے فرماتے تھے۔

جب میری شادی ہوگئی اور ہم پاکستان ہجرت کرنا چاہتے تھے تو سسرال والوں نے کہا: سامان لیتے جاؤ، میں نے دو جوڑے کپڑے نہیں لیے مگر ساری کتابیں جو دو صندوقوں میں تھیں ساتھ لے آیا۔ پانچ میل کا ریگستانی سفر پیدل طے کیا۔ اتنے طویل سفر کا کبھی اتفاق بھی نہیں ہوا تھا۔ غرض بہت مشقت کے ساتھ کتابیں لایا۔ میں اس وقت ان میں سے اکثر کتابوں کو نہیں سمجھتا تھا، مگر جوں ہی مطالعہ وسیع ہوتا گیا کتابیں سمجھ میں آتی رہیں۔ یہ کتابیں ۱۹۸۶ء تک میرے پاس رہیں۔ علی گڑھ کالونی کراچی میں پٹھانوں اور ایم کیو ایم کے جھگڑوں اور فساد میں جب میرے مکان جو پٹرول پمپ کے قریب تھا آگ لگائی گئی تو ساری کتابیں جل گئیں۔

ڈاکٹر صاحب داستانِ حیات ذکر فرما رہے تھے کہ استادی واستاد العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ تشریف لائے۔ حضرت حقانی صاحب اور تمام اہلِ مجلس سے ملے۔ حضرت مولانا صاحب نے حقانی صاحب سے استفسار فرمایا: آپ ڈاکٹر صاحب سے پہلے مل چکے ہیں؟ حقانی صاحب نے عرض کیا: نہیں یہ پہلی ملاقات ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: حضرت مولانا صاحب تو کراچی تشریف لاتے ہیں، تو ملاقات ہوتی تھی۔ حقانی صاحب نے فرمایا: جی ہاں! استاد جی آپ کی ساری محبتیں سنایا کرتے تھے۔

ختم بخاری کا اہتمام: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا محمد یوسف شاہ اور نوجوان اساتذہ سے فرمایا: کہ تمام طلباء کو دارالحدیث میں جمع ہوجائیں تاکہ وہ بھی ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کریں اور استفادہ بھی۔ چند منٹ میں تمام طلباء دارالعلوم کے دارالحدیث میں جمع ہوگئے۔ حضرت مولانا صاحب' ڈاکٹر صاحب، حضرت حقانی صاحب دیگر علماء اور شریک مجلس حضرات دارالحدیث تشریف لے گئے۔ مہمان سٹیج پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت الاستاد مولانا سمیع الحق صاحب مسندِ حدیث پر۔ حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ :

''بخاری شریف کے ختم کا مصائب پریشانیوں کے وقت اکابر ومشائخ کا معمول چلا آرہا ہے۔ جب سے مدارس ومساجد کے خلاف امریکی عزائم کا پتہ چلا ہے تب سے دارالعلوم میں ختم بخاری کا اہتمام کیا جاتا ہے''۔

آپ سوچیں گے کہ ۵، ۱۰ منٹ میں بخاری شریف کا ختم کیسے ممکن ہے؟ اگر آپ دارالعلوم تشریف لائیں گے اور دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد معلوم کریں گے تو اس سوال کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ اسلئے کہ بخاری شریف کے دونوں جلدوں کے صفحات تقریباً ساڑھے گیارہ سو (۱۱۰۰) ہے اور دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث کے طلبا کی تعداد تیرہ سو (۱۳۰۰) سے زائد ہے اور ہر ایک کا اپنا رول نمبر ہے۔ حضرت مولانا مدظلہٗ کے اعلان و ہدایت کے مطابق ہر طالب علم نے اپنے رول نمبر کے صفحے کی تلاوت کی اور جو طلباء رہ گئے انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی۔

پانچ، دس منٹ میں بخاری شریف کا ختم مکمل ہوا تو حضرت مولانا کے اصرار پر شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب دامت برکاتہم نے دُعا فرمائی۔ دُعا کے بعد حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ مدظلہٗ کے صاحبزادے مولانا قاری عطاء اللہ شاہ تحسینی نے تلاوت کی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کا استقبالیہ خطاب:

تلاوتِ کلام پاک کے بعد حضرت مولانا صاحب نے خطاب فرماتے ہوئے طلباء سے فرمایا:

''ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے درمیان بزرگ دیدہ، حضرات اکابرینِ دیوبند کی تاریخ سے باخبر شخصیت ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ساری زندگی علم و ادب، ریسرچ و تحقیق کی اشاعت میں گزر رہی ہے۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک اکیڈمی کا کام کر رہے ہیں۔ بہت بڑے محقق ہیں، مگر اب سب کچھ سے لاتعلق ہو کر تاریخ وسوانح پر کام کر رہے ہیں۔

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے مسلک کا سرچشمہ ہندوستان سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند سے تجدید دین کا کام لیا ہے۔ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مجددین کو جمع کیا ہے، وہ حضرات جن سے اللہ نے تجدید دین کا کام لیا ہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی یہاں (دارالعلوم حقانیہ) تشریف لائے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی فرمایا:

''اللہ تعالیٰ دین کے تجدید کا کام کبھی افراد سے لیتے ہیں اور کبھی کسی ادارہ سے۔ الحمدللہ دارالعلوم دیوبند جامع المجددین ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے مجددین پیدا کئے''۔

دارالعلوم دیوبند کا مسلک کتاب وسنت ہے اگر یہ نہ ہوتا تو دین بدعت ورواجات کی وجہ سے مٹ جاتا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے تربیت کے نتیجے میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے انگریز کے خلاف پہلا جہاد کیا۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ لمبے راستوں سے افغانستان اور وہاں سے سرحد ڈھائی تین ماہ کا سفر انتہائی سخت سفر طے کیا۔ آغاز جہاد اکوڑہ خٹک سے ہوا۔ ۷۰ وہ حضرات اکوڑہ خٹک میں شہید ہو گئے جن کا تعلق ہندوستان سے تھا اور جن کی فہرست سید احمد شہید نے اپنے ایک مکتوب میں لکھ کر بھیجی جس کی تفصیل تاریخ دعوت کے باب جنگ

اکوڑہ میں مذکور ہے۔دارالعلوم کے متصل درختوں کی جھنڈ ہے یہاں بھی چند مدفون ہیں۔حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ جہاد میں شریک بڑے بڑے لوگ تھے۔ان میں ایک شہزادہ تھے، وہ بہت سخت بیمار تھے۔شاہ صاحب سول جہاد کے لئے نوجوانوں کا انتخاب فرمارہے تھے تو اس شہزادے کو بیماری کی وجہ سے لسٹ سے نکال دیا کہ یہ معذور ہے۔وہ چیخ چیخ کر رونے لگے کہ آپ مجھے محروم کررہے ہیں، جب کہ یہ صدیوں بعد جہاد ہے ان کے اصرار پر شاہ صاحب نے انہیں شریک فرمایا۔شیدو کے قریب لڑائی ہوئی اور اس میں وہ شہید ہوگئے، وہیں ان کا مزار ہے۔

غرض حضرت شاہ صاحب بالاکوٹ پہنچے اور غداروں کی وجہ سے وہاں شہید ہوگئے۔اس سلسلے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتابوں ''شہدائے بالاکوٹ' سیرت سید احمد شہید'' کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریک یہاں ختم نہیں ہوئی۔حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی' شیخ الہند مولانا محمود الحسن' شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نے انکے مشن کی تکمیل کی اور انگریزوں کو برصغیر پاک وہند سے نکلنے پر مجبور کیا۔ہمارے اکابر کے سامنے صرف انگریز دشمن نہیں تھا، اگر ایک طرف انکا مقابلہ انگریز کیساتھ تھا تو دوسری طرف وہ سکھوں' ہندوؤں اور آریہ سماج کے محاذ پر بھی موجود ہوتے۔دینِ اسلام پر انکے اعتراضات کا عقلی' نقلی رد فرماتے۔

یہ سنہری تاریخ' سلسلۃ الذہب ہمارے علم میں نہیں۔یہ علوم ہم تک ایسے نہیں پہنچے اس کی پشت پر جو تاریخ ہے اس سے واقفیت ضروری ہے۔اس تاریخ کی بڑی ترجمانی حضرت ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری حفظہ اللہ کررہے ہیں۔ڈاکٹر صاحب وہ پہلے شخص ہیں جن سے اللہ نے اتنا عظیم کام لیا۔صرف مولانا ابوالکلام آزاد پر آپ نے سو مقالات وکتابیں لکھیں ہیں۔شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سیاسی ڈائری ۸ جلدوں میں جن کے صفحات ۷۰۰۰ سے زائد ہیں' مرتب کی۔''برصغیر کی شرعی حیثیت' حضرت شیخ الہند ایک سیاسی مطالعہ' ابوحنیفہ ہند مفتی کفایت اللہ ایک سیاسی مطالعہ' مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی پر اور تحریک آزادی کے دیگر اکابر ومشاہیر پر کتابیں لکھی ہیں۔ہمارے اور آپ کے مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ہیں۔میں نے ان سے درخواست کی ہے کہ آپ بھی ان سے مستفید ہوجایئے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ دارالعلوم دیوبند کی وجہ سے ہندوستان انگریزی سامراج کا جنازہ نکلا، روسی سامراج کا جنازہ الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ سے نکلا۔مولانا جلال الدین حقانی' حضرت شیخ الحدیث کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔حضرت شیخ الحدیث کی بہت خدمت فرمایا کرتے تھے، نمازیں بھی جلال الدین حقانی پڑھایا کرتے تھے مگر جب روسی سامراج افغانستان پر حملہ آور ہوا' تو حضرت شیخ الحدیث نے تمام محبتوں کے باوجود انہیں میدانِ کارزار کے لئے منتخب فرمایا۔پھر اللہ کے فضل سے ہزاروں فضلائے حقانیہ میدان میں اُترے آئے اور روسی سامراج کے تخت وتاج کو نیست ونابود کردیا۔اب فضلائے حقانیہ دنیا کے سب سے بڑے خبیث بزعمِ خود سپر پاور امریکہ کے ساتھ نبرد آزما

ہیں۔ان شاءاللہ امریکہ کا جنازہ بھی دارالعلوم حقانیہ جو دارالعلوم دیو بند کا ایک چھوٹا سا شاخ ہے' سے ہی نکلے گا۔

میں عرض کر رہا تھا جو جہاد شاہ ولی اللہ نے شروع فرمائی تھی اب بھی جہاد اس کا تسلسل ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اسی حوالے سے گفتگو فرماویں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم .امابعد!

معززاساتذۂ کرام عزیز طلباءِ عظام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے ۱۹۷۰ء سے حضرت مولانا (سمیع الحق) مدظلہٗ کی سرپرستی حاصل ہے۔آج مولانا نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا، مجھے اس پر قطعاً تعجب نہیں ہوا، اس لئے کہ ہمارے بزرگوں کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے اور اسی طرح وہ اپنی چھوٹوں کی ہمت افزائی فرماتے ہیں اور حوصلہ بڑھاتے ہیں۔

۱۹۸۶ء کے فسادات میں جب میرا گھر جلایا گیا تو اس موقع پر مولانا جب خود اکوڑہ سے کراچی تشریف لائے تو میرے غریب خانہ آکر اپنی شفقت ومحبت سے نوازا۔آپ یقین جانئیں آج یہاں پہنچ کر جب دارالعلوم حقانیہ کو دیکھا' یہاں کے کاروبارِ علم وتہذیب' تعلیم وتربیت اور مختلف شعبہ جات کو اور اس کے عمارات کو دیکھا، کمپیوٹر لیبارٹری دیکھی تو بہت افسوس ہوا۔افسوس اس بات پر ہوا کہ اپنی شامِ زندگی میں کیوں یہاں پہنچا، ترقی وعروج، جوانی کے ایام میں آج سے ۲۰ سال قبل کیوں نہیں آیا؟ آج بھی حضرت مولانا کی شفقت ومحبت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔آپ سب حضرات سننے کے لئے آئے ہیں' مگر یہاں پہنچ کر میرے الفاظ ختم ہوگئے۔

میرے پاس حضرت مولانا کی شکریہ کے لئے الفاظ نہیں۔ میں نے حضرت سے عرض کیا تھا کہ میں اس میدان کا آدمی نہیں۔شرمندہ ہوں، کیا بتاؤں ۵۰ سال پر پھیلے ہوئے کام کے متعلق؟

۱۰۰ تک مقالات اور کتابیں مولانا ابوالکلام آزاد پر شائع ہوئیں۔ جمعیت علماءِ ہند اور ان کے تمام صدور پر اللہ نے لکھنے کا موقع دیا۔شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری ۷۰۰۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔ ویسے تو میں بہت پہلے سے لکھتا آرہا ہوں' مگر ۱۹۵۷ء میں جب شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ دنیا سے رحلت فرماگئے تو پاک و ہند کی فضا میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی جارہی تھی۔ میں نے ان پر مضمون لکھا تو دل وطبیعت میں اطمینان محسوس کیا اور اسے اپنا سب سے پہلا مضمون سمجھتا ہوں۔ دوسرا مضمون مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات کے موقع پر لکھا۔ میں نے اپنے ساتھ عہد کیا ہے کہ وقت کی سیاست میں دخل نہیں کروں گا اور مذہبی بحث ومباحثہ میں کبھی حصہ نہیں لوں گا، بحمداللہ اسی پر قائم ہوں۔

مجھے اپنے ایک بزرگ خواجہ عبدالوحید صاحبؒ جو میرے شفیق تھے' نے نصیحت فرمائی کہ: اپنے کام کے لئے ایک دائرہ مقرر کرو اور پھر اس سے باہر نہ نکلو، اگر تم ایک موضوع پر لکھنا چاہو تو اس کے لئے مطالعہ کروگے اور اس سے

متعلق جملہ مواد کو اکٹھا کروگے اگر ایک موضوع پر صرف مطالعہ شروع کرو تو اس کیلئے یہ زندگی کم پڑ جائے گی، ہر موضوع پر ہر زبان میں اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان سب کا احاطہ مشکل ہے۔ تم ایک موضوع پر لکھنا چاہو گے اور اس کے مصادر عربی میں ہوں گے اور تمہارے لئے عربی سے اخذ و استفادہ مشکل ہوگا۔ اردو تراجم کو پڑھو گے، اور تحقیق میں تراجم کی کیا حیثیت ہے؟ یہ آپ خود ہی جانتے ہیں''۔ بس میں نے ان کی نصیحت پر عمل کیا اور ایک دائرہ میں رہ کر اللہ نے یہ کام لیا۔

حضرت مولانا نے مجھے عزت کے مقام پر بٹھایا۔ اساتذہ و مشائخ تشریف فرما ہیں، میری یہ وقعت نہیں کہ ان کے سامنے کچھ عرض کروں، البتہ یہ ہے کہ میں ان کے قدموں میں بیٹھوں اور ان کے جوتے سیدھے کرکے ان سے استفادہ کروں۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ آپ سوالات پوچھیں میں جواب دوں گا، اگر جواب نہ دے سکا تو مجھے معذور سمجھئے گا کہ امام مالک نے بھی بہت سے سوالوں کے جواب میں لاادری فرمایا تھا''۔

اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے طلباء نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے سوالات پوچھنا شروع کیے۔ ڈاکٹر صاحب ہر سوال کا تفصیلی جواب دیتے۔ طالب علموں کے سوالات کا جب ڈھیر لگ گیا تو حضرت مولانا صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو طلباء کے سوالات سنائے اس کے بعد فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کو پھر کبھی زحمت دیں گے، مگر مجھے آپ کے ذوق وشوقِ مطالعہ اور اتنے اہم سوالات کے پوچھنے پر نہایت خوشی ہوئی۔

سٹیج پر دارالعلوم کے اساتذہ و مشائخ شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب نے نائب مہتمم دارالعلوم و نائب صدر وفاق المدارس مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی، مولانا محمد یوسف شاہ، مولانا راشدالحق، مولانا حامدالحق اور دیگر حضرات موجود تھے۔ تقریب کا اختتام حضرت مولانا مدظلہ کی دُعا پر ہوا۔

طلباء حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملے، پھر دارالحدیث ہی میں حضرت مولانا مدظلہ کی امامت میں نمازِ ظہر ادا کی۔ بعد ازاں مہمان حضرت مولانا کی رہائش گاہ چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے حضرت حقانی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

''میں آپ کے کاموں کو دیکھ کر سمجھ رہا تھا کہ آپ جوان ہوں گے اور آپ کو خط میں بھی سلمہ لکھا کرتا تھا مگر آپ بھی تو سفید ریش ہیں''۔

حقانی صاحب نے فرمایا: جی ۵۵ سال عمر ہے، بس اللہ کام لے رہا ہے، حضرت الاستاذ مولانا سمیع الحق مدظلہ کی سرپرستی میں سب کچھ ہو رہا ہے''۔

حضرت مولانا صاحب نے فرمایا: مولانا حقانی جب دارالعلوم آئے تھے تو داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ بچہ تھے اس وقت سے میرے ساتھ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں رہتے، میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اللہ نے لوہے کو مسخر کیا تھا اور مولانا حقانی کو تصنیف و تالیف "النا له الحديد" اور النا له التصنيف".

حضرت حقانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ: ''آپ نے مکاتیب مشاہیر دیکھ لیں' فرمایا: ہاں!

رات کوانہوں نے دکھائے تھے۔ حقانی صاحب نے فرمایا: استاد جی! بچپن سے یہ مکاتیب جمع کرتے آرہے ہیں، آپ کے بھی بہت سارے خطوط ہیں۔ مولانا عرفان الحق نے ڈاکٹر صاحب کے مکاتیب والی جلد نکالی اور حضرت حقانی صاحب کے حوالہ کیا۔ حضرت حقانی صاحب نے حضرت مولانا مدظلہٗ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تعارفی حاشیہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق بآواز بلند پڑھ کر سنایا۔

''ابوسلمان شاہجہان پوری مصنف، ادیب، صحافی، استاد اور کیا کیا صفات کے حامل گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے مجلہ علم وآگہی اس کے بعد بابائے اردو کے قومی زبان، انجمن ترقی اردو، اور آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی اور ۸۰ء کے اواخر میں مقتدرہ قومی زبان سے منسلک ہوئے۔ مولانا آزاد اور اکابر ہند اساطین جنگ آزادی سے بے حد ذہنی وفکری ہم آہنگی رکھتے ہیں اور ان کے دفاع میں بعض اوقات جارحیت بھی آجاتی ہے۔ مولانا آزاد پر پی ایچ ڈی بھی کیا۔ کتاب وقلم، علم ومطالعہ اور تحقیق وتنقید ہی ان سرمایۂ شب وروز ہے۔ ناچیز سے بے حد محبت اور برادرانہ تعلق اب تک قائم ہے۔''

حقانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ یہ صرف مکاتیب نہیں' بلکہ تقریباً ایک صدی کا علمی' ادبی' تعارفی اور تاریخی ذخیرہ ہے۔ اللہ کرے یہ جلد مکمل ہو کر شائع ہوں۔

آپ کے نام کا یہ شذرہ ''القاسم'' میں بھی شائع ہوا ہے۔ استاد مکرم مولانا سمیع الحق مدظلہ کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، استاد مکرم علمی، ادبی گفتگو سے محظوظ فرماتے ہیں، یہی علمی، ادبی مجالس ساعتے با اہل حق کے نام سے ''القاسم'' میں شائع ہوتی ہیں۔

مولانا مدظلہٗ کی رہائش گاہ سے حضرت حقانی صاحب، ڈاکٹر صاحب کو جامعہ ابوہریرہ لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مولانا مدظلہٗ بھی جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے۔ جامعہ ابوہریرہ کے کتب خانے کے وسیع ہال میں پہلے ڈاکٹر صاحب نے اور پھر حضرت مولانا مدظلہٗ نے جامعہ کے اساتذہ وطلبہ سے خطاب فرمایا۔

احقر نے کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور حضرت مولانا مدظلہٗ کی کوئی بات لکھنے سے نہ چھوٹے مگر پھر بھی قوی امکان ہے کہ ضرور رہ گئی ہوگی۔ اس لئے احقر نے صرف اشارات لکھے تھے اور بعد میں اسے پھیلا دیا۔ لہٰذا کمی و کوتاہی کو احقر کی طرف سے منسوب کیا جائے نہ کہ حضرت مولانا مدظلہٗ اور ڈاکٹر صاحب کی طرف۔ بہرحال حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملاقات اور مادر علمی میں چند بیتے ہوئے ساعات اپنے لئے سعادت اور سرمایہ حیات سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو تا قیام قیامت شاداب وآباد رکھے۔ (امین)

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی، عذاب الٰہی کو دعوت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ؕ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ بَیِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَهُمۡ وَ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (اعراف. ۸۵)

ترجمہ: '' (حضرت شعیبؑ نے) فرمایا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل پہونچ چکی ہے، پس پوری کرو ماپ، تول کو اور مت گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں، اور خرابی مت پھیلاؤ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد، تمہارے لئے یہی بہتر ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔''

شرک کی ابتداء؟ محترم حاضرین! ایسا وقت ہم مسلمانوں پر آیا ہے کہ گناہوں کی دلدل میں ڈوبتے جارہے ہیں، اور یہ احساس ہی نہیں کہ ہمارے دن رات کے اعمال میں نیکیوں کا تناسب کیا ہے اور برائیوں کا کتنا ہے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی آمد سے پہلے انبیاؑ کی تشریف آوری کا سلسلہ جاری رہا، ان کے دعوت وتبلیغ اور ہر نبی کے قوم اور مخاطبین کا ردعمل اور ان کے مخصوص معاصی اور عادات کے تذکرے آپ قرآن مجید میں پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں، حضرت نوحؑ جب نبی کی حیثیت سے مبعوث ہوئے اس وقت ان کے قوم کے تمام افراد بت پرستی میں مبتلا تھے، ابوالبشر حضرت آدمؑ کے دنیا سے رخصت ہوتے وقت روئے زمین پر موجود آدمؑ کی تمام اولا د وحدانیت رب کے عقیدہ پر ثابت قدم رہی، حضرت آدمؑ کے بعد بعض صلحاء جب دنیا سے رخصت ہوئے ان سے محبت اور عقیدت کی وجہ سے انکی تصاویر پھر مجسمے بنا کر ان کو پوجنا شروع کردیا۔ یہی عادت بد ہمارے ہاں بھی بعض حلقوں میں موجود ہے کہ کسی اللہ کی برگزیدہ بندہ سے عقیدت اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ شرعی حدود وقیود پائمال کر کے اس کے قبر اور تصاویر کے سجدے شروع ہو کر اس سے وہ حاجات وخواہشات مانگنا شروع کردیتے ہیں جس کے دینے اور لینے والی ذات صرف اللہ ہے۔

امم سابقہ کی بت پرستی: ابوالبشر ثانی حضرت نوحؑ ایک طویل عرصہ تک یعنی ساڑھے نوسو سال لوگوں کو شرک چھوڑنے اور توحید وتقویٰ کا عقیدہ اور راہ اختیار کرنے کی دعوت دیتے رہے، صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی بجائے نہ صرف قوم نے حضرت نوحؑ کی دعوت مسترد کردی بلکہ ان کو توہین آمیز القاب سے پکارنا شروع کردیا۔ نوحؑ نے ان کو صحیح

راہ اختیار کرنے کے لئے ہر ممکن طریقے آزمائے، مگر جب وہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو ان کے لئے بددعا کی جس کے نتیجہ میں طوفان نے ساری قوم کو اپنی گرفت میں لے کر تباہی وہلاکت کی وادیوں میں دھکیل دیا۔ قوم عاد بھی بت پرستی میں مبتلا تھی، اور حاجت روائی کے لئے الگ الگ خدا مقرر کئے، پیغمبر نے جب ان کو ایک خدا کی عبادت اور اسی معبود برحق سے اپنی حاجات کے لئے دادرسی کی تبلیغ شروع کردی، انہوں نے نعوذ باللہ نبی کو عقل سے عاری کہنے کی ناپاک جسارت کرنی شروع کردی، حضرت ہودؑ نے ان کو اللہ کے بے شمار احسانات یاد دلا کر شرک کو چھوڑنے کی شدومد سے کوششیں کیں مگر عقل کے اندھوں پر کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی بلکہ نبی ان کو جس عذاب سے خوفزدہ کرنے کا ذکر فرماتے۔ اس عذاب کو وقوع پذیر ہونے کا مطالبہ کرنے لگے۔

مخالفت انبیاء پر عذاب: ان کی اس شقاوت قلبی پر ان پر آندھی کا ایسا طوفان آٹھ دن مسلسل آیا کہ تمام کے تمام نیست ونابود ہو گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت توحید اور قوم ثمود کی وعدہ خلافیوں کا آسمان سے زبردست چیخ اور زمین سے شدید زلزلہ کی صورت میں نتیجہ نکلا کہ ان کی جڑ ہی ختم ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ایک غیر فطری، غیر اخلاقی اور گندے عمل میں مبتلا رہنے کی وجہ سے جبکہ ان کے پیغمبر ان کو بار ہا اس شرمناک فعل سے منع ہونے اور ترک نہ کرنے پر سخت ترین عذاب اور سزا کی وعید سناتے رہے۔ بدبخت قوم اس لعنتی عمل بد میں ایسے منہمک تھے کہ اپنے پیغمبر کے ہاں آئے ہوئے مہمانوں کو بھی اپنے غیر انسانی عمل کا شکار بنانے کا ارادہ کرتے۔ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی اس ملعون کام میں ان بدکاروں کی معاونت کرتی۔ اپنے خاوند یعنی پیغمبر کے ہاں وارد ہونے والے معزز مہمانوں کی آمد کی اطلاع بھی ان بدبختوں کو یہی عورت دیتی۔ گزشتہ اقوام کی طرح اس قوم کا بھی وہی انجام ہوا جس کے وہ مستحق اور حقدار تھے۔ کفر وبدکاری کے مرتکب ان لوگوں کے تمام گاؤں اللہ کے حکم پر الٹا کر ان پر اوپر سے پتھروں کی بارش بھی ہوئی اس عذاب الیم سے تمام قوم حضرت لوطؑ کے بیوی سمیت ہلاک ہو کر قیامت تک آنے والے نسلوں کے لئے عبرت کا نشان بن گئی۔

وجہ ہلاکت قوم شعیبؑ: پھر وہ وقت آیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو رب کائنات نے اہل مدین اور اصحاب الایکہ کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ جس کا ذکر خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ آیت میں ہوا ہے، کفر وشرک کے علاوہ ان کا آپس میں معاملات کا تعلق بھی ناگفتہ بہ تھا اور حقوق العباد کا خیال رکھنا ان کے ہاں ان امور کا تصور ہی نہ تھا، دوسرے سے خریداری کرتے وقت وزن یا جو چیز پیمانے سے بیچی جاتی، بھاری اور زیادہ حاصل کرنے کی عادت تھی، اور جب خریدی ہوئی شی دوسرے کو بیچتے تو کم باٹ یا پیمانہ استعمال کرتے۔ گویا ہماری اصطلاح میں خریدنے کے لئے پکا سیر اور دوسرے کو دیتے وقت کچا سیر استعمال کرتے یا ناپنے والی چیز ہوتی تو میٹر سے لیتے، بیچنا ہوتا تو گز جو میٹر سے کم ہوتا ہے اس کے حساب سے فروخت کرتے۔

یہ ایک ایسا عمل تھا جس کی ہر مذہب میں سخت مذمت کی گئی کیونکہ اس میں مخلوق خدا کے حقوق کی حق تلفی اور آپس کے معاملات کو درست رکھنے کے حکم کی صریح نافرمانی تھی۔ حقوق العباد کی رعایت نہ کرنے والوں کے بارہ میں سورۃ المطففین میں رب العالمین نے انتہائی سخت ارشاد فرمایا۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ O الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ O وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ O اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ O لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ O يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: (تباہی) خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو گھٹانے والے ہیں وہ جو لوگوں سے ماپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ماپ یا تول کر دیں گھٹا کر دیں کیا ان لوگوں کو یہ خیال نہیں کہ ان کو (مرنے کے بعد) دوبارہ مبعوث ہونا ہے۔ اس بڑے دن (یعنی قیامت) اس دن یہ لوگ جہاں کے مالک کے سامنے پیش ہوں گے۔

کسب حلال عبادت ہے: انسانی حقوق میں اس کمی اور نقصان کے علاوہ عام راستوں پر بیٹھ کر لوگوں پر تشدد کر کے ان کے اموال کو لوٹنا بھی ان کا محبوب طریقہ تھا۔ کفر وشرک تو جیسے آپ حضرات پہلے بھی سن چکے ہیں گزشتہ اقوام میں قدر مشترک تھی۔ حلال طریقوں سے رزق کمانا اور اس کے اسباب و ذرائع اختیار کرنے پر اللہ اور اس کے نبی نہ صرف اسلام بلکہ تمام انبیاء نے اپنے اپنے ادوار میں اپنے امتیوں کو شدت سے زور دیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے "طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ" کہ فرائض خداوندی کی بجا آوری کے بعد حلال و جائز طریقہ سے اپنے لئے رزق تلاش کرنا بھی اہم فریضہ ہے۔ کوئی مذہب اس سلسلہ میں سستی اور کاہلی اختیار کرنے کا روادار ہے اور نہ دوسرے کے مال و اسباب کو ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

ملاوٹ، کمی بیشی، فعل حرام: آج ہماری غفلت اور نادانی کا حال یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر نیکوکار اور بظاہر متقی کہلوانے والے اس طرف توجہ دینے کی قطعاً زحمت نہیں کرتے دیگر برائیوں کے علاوہ ناپ تول جو کہ حلال کمائی کا ذریعہ ہے میں کمی، بیشی اور ملاوٹ جیسے حرام امراض سے منع ہونے کے لئے حضرت شعیبؑ نے اللہ کے احکامات اور دلائل پیش کئے مگر یہ گناہ ان کی طبیعت ثانیہ بن کر اس سے بچنے پر آمادہ نہ تھے۔ پھر ان تمام لوگوں کا جو انجام ہوا وہ ان شاء اللہ آگے عرض کروں گا۔

قیامت تک باقی رہنے والے فطری و جامع مذہب اسلام نے تو یہاں تک حکم اپنے مرشد و مقتدی ﷺ کے ذریعہ اپنے ماننے والوں کو دیا کہ **من اشتری ثوبا بعشرۃ دراھم وفیہ درھم من حرام لم یتقبل اللہ عزوجل لہٗ صلوۃ مادام علیہ (رواہ احمد)**

ارشاد نبوی ہے: جس نے درہم (یعنی روپے) کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک روپے کے برابر حرام پیسہ شامل تھا، جب تک وہ کپڑا اس کے استعمال میں رہے گا، اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔

ایک اور جگہ حضور کا فرمان ہے: عن عقبة ابن عامر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول المسلم اخو المسلم ولا يحل لمسلم باع من اخيه بيعاً فيه عيب الابينه له (ابن ماجه) ''حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے رحمۃ للعالمین سے سنا کہ فرما رہے تھے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان پر (جو اس کا دینی بھائی ہے) بغیر اس کو (پہلے سے بتائے) عیب دار چیز اسے بیچ دے۔''

سرکار دو عالم ﷺ کی ایک اور سخت وعید: عن ابی هريرةؓ قال قال النبیؐ من غش فليس منا (مسلم) ''جو شخص کسی کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔''

یعنی خریدار سمجھ رہا ہے کہ جو چیز خرید رہا ہوں وہ صحیح ہے جبکہ حقیقت میں وہ شی ناقص ہے بیچنے والا گاہک کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے، یہ عمل مسلمان کا نہ شیوہ ہے اور نہ اس کے لئے ایسا دھوکہ دینا جائز ہے۔ اس کی ایسی گھٹیا حرکت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ شخص امت مسلمہ کا فرد ہی نہیں۔

ملاوٹ کرنے والوں کو وعید و سزا: محترم حاضرین! یہی حکم اس شخص کے بارہ میں بھی ہے جو دوسرے سے صحیح وزن اور پیمانہ سے پورا مال خریدے اور بیچتے وقت ایسے ترازو یا پیمانہ سے دے جس میں خریدار کو دھوکہ دے کر کم شی دے۔ یا خالص چیز میں ناقص اشیاء مثلاً دودھ میں پانی، چائے میں چنے وغیرہ کا چھلکا ملانے، ذخیرہ اندوزی کرنے والا بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ اب تو ہر شخص دولت حاصل کرنے کی ہوس میں ایسا مبتلا ہے اور سنگدلی اس حد تک پہونچ چکی کہ ملاوٹ کرنے والا یہ خوف بھی نہیں کرتا کہ جو چیز ملا رہا ہوں یہ انسان اور مسلمان کی صحت کے لئے مضر ہے، جس کے استعمال کا نتیجہ اکثر ہلاکت کی صورت حاصل کر لیتا ہے، اس کی اصل وجہ مال کا حاصل کرنا اور خوف خدا کا مفقود ہونا ہی ہے، جس کی وجہ سے حلال و حرام کا فرق ہی ختم ہوا جبکہ ناپ کرنے والے کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے واضح ارشاد فرمایا: وعن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ لاصحاب الكيل والميزان انكم قد وليتم امرين هلكت فيهما الامم السابقه قبلكم (رواه الترمذی)

''حضرت عباس حضور ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے ناپ تول کرنے والوں کے بارہ میں فرمایا کہ تمہارے ذمے ایسے دو کام ہیں (یعنی ناپنا اور تولنا) جن کے سبب گزشتہ امتیں ہلاک کی جا چکی ہیں۔''

اس بدترین خصلت کی وجہ سے شعیبؑ کی قوم پر تین قسم کے عذاب اللہ کی طرف سے آئے، پہلا ظلہ جس کو سائبان بھی کہہ سکتے ہیں، بادل نے ان کے سروں پر آ کر سائبان کی شکل اختیار کر لی جسکے نیچے یہ سب لوگ اس خوشی میں جمع ہوئے کہ بارش ہو کر یہ جس سخت گرمی میں مبتلا تھے کمی آ جائے گی۔ جبکہ اس بادل سے پانی کی بجائے آگ اور چنگاریوں کی بارش ان پر شروع ہوئی۔ پھر دوسرا عذاب صیحہ یعنی آسمان سے خطرناک، دلوں کو پارہ پارہ کرنے والی آواز نکلنی شروع ہوئی۔ تیسرا عذاب زمین سے زلزلہ کی شکل میں تمام زمین کے ہلنے کی صورت میں شروع ہوا بیک وقت ان

تینوں عذابوں سے ان نافرمانی کرنے والوں کا نام ونشان مٹ گیا۔

تذکرہ حکایات کا مقصد: محترم سامعین! بعض انبیاء اور جن کی طرف بھیجے گئے تھے کے واقعات ذکر کرنے سے آج میرا مقصد یہ ہے کہ ان اقوام سابقہ کو جن گناہوں کی وجہ سے اللہ نے گرفت میں لیا اور من حیث القوم سب کے سب عذاب الٰہی کا شکار ہوئے، کسی میں ناپ تول میں کمی، کوئی بدکاری میں مبتلا، کوئی دنیا کے مال ومتاع کا دلدادہ اور بت پرستی اور شرک تو ان کا تقریباً مشترکہ عمل تھا، ان ایک یا دو برائیوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر تہس نہس کردیئے گئے۔

عذاب الٰہی یا آزمائش: اور آج بدقسمتی سے ہم میں گزرے ہوئے امتوں کی برائیاں کسی نہ کسی شکل میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ہماری حالت ایسی ہوگئی ہے کہ ہمارا عمل اقوام سابقہ سے بدترین شکل وصورت اختیار کرکے ان سے سخت عذابوں کا مستحق ہے مگر پھر بھی اللہ رحیم وکریم ہمیں مہلت پر مہلت دے رہا ہے اور اگر عذاب الٰہی یا آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں وہ بھی کلی طور پر جیسے گزری ہوئی امتوں میں گناہ میں مبتلا تمام لوگوں پر آتی کی کیفیت نہیں بلکہ جزوی طور پر کبھی عذاب زلزلہ، سیلاب، قحط اور آپس میں قتل وقتال کی صورت میں آتا ہے جو ایک وارننگ کی شکل میں ہمیں انابت الی اللہ کا راستہ اپنانے کا سبق دیتا ہے۔

رحمت دوعالم کی دعا: تمام لوگوں کے عذاب میں مبتلا نہ ہونے کی وجہ رحمت دوعالم ﷺ کا اپنی امت کو عذاب عامہ سے بچنے کیلئے رب العالمین ﷺ کے حضور تین درخواستیں پیش کرنا ہے۔ عبداللہ بن صبا سرور کائنات ﷺ سے روایت کررہے ہیں: **عن عبداللہ بن صبا الارت عن ابیہ قال صلی رسول اللہ ﷺ صلوۃ فاطالھا فقالوا یا رسول اللہ صلیت صلوۃ لم تکن تصیلھا قال اجل انھا صلوۃ رغبۃ ورھبۃ انی سئلت اللہ فیھا ثلاثا فاعطانی الثنتین ومنعنی واحدۃ سئلتہ ان لا یھلک امتی بسنۃ فاعطا نیھا وسئلتہ ان لا یسلط علیھم عدوا فاعطا نیھا وسالتہ، ان لایذیق بعضھم بأس بعض فمنعنیھا** (رواہ الترمذی)

”عبداللہ بن صبا بن ارت اپنے باپ سے مروی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک طویل نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ آپ نے (آج) ایسی نماز پڑھائی جو اس سے پہلے نہیں پڑھائی (آنحضرتؐ) نے فرمایا ہاں یقیناً یہ رغبت اور خوف کی نماز تھی۔ بیشک میں نے اللہ رب العزت سے اس نماز میں تین چیزیں مانگی تھیں، دو درخواستیں اللہ نے منظور کردیں اور تیسرے سے منع کردیا گیا۔“

(پہلا سوال یہ تھا) کہ (یا اللہ) میری امت کو قحط عامہ کے ذریعہ ہلاک نہ فرما۔ یعنی ایسا قحط جس کی لپیٹ میں تمام امت مسلمہ آکر پہلے امتوں کی طرح ملیامیٹ ہوجائیں تو یہ دعا قبول فرمائی۔

معزز حضرات! آج مسلم دنیا کے کسی حصہ میں بعض مسلمان قحط میں مبتلا ہوجائیں تو یہ حضور کی دعا اور اللہ کے منظو

فرمانے کے منافی نہیں کیونکہ آزمائش اور یہ عذاب بعض لوگوں پر آنے کی دعا حضور نے نہیں فرمائی بلکہ ایسے قحط سے حفاظت کی دعا تھی جس کی زد میں دنیا کے تمام حصوں میں رہنے والے مسلمان آجائیں اور یہ دعا اور اس کی قبولیت بالکل عیاں ہے۔ دوسری دعا یہ فرمائی کہ یا اللہ میری امت پر مسلمانوں کے علاوہ کسی غیر مسلم دشمن کو مسلط نہ فرما کہ تمام امت بیک وقت ان کی رعیت اور غلام بن جائے، رب العالمین نے یہ دعا بھی قبول فرمائی۔

<u>دشمن کے غلام و آلہ کار:</u> اب اگر دنیا کے کسی مخصوص حصہ کے مسلمان اپنے غیر مسلم دشمنوں کے تسلط اور جبر و قہر کے جال میں پھنس جائیں تو اس سے یہ نتیجہ اخذ نہ کریں کہ حضور ﷺ کی دعا کی قبولیت کے خلاف ہوا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تمام امت کی غلامی سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی اور آج بحمد للہ یہی کیفیت ہے اگرچہ اکثر مسلم ممالک کے تخت حکمرانی پر قبضہ کرنے والے اپنے اپنے مفادات کے پیش نظر اپنے دشمنوں کے غلام و آلہ کار بنے ہوئے ہیں مگر ہر اسلامی ملک کی رعیت اپنی غیرت وحمیت ایمانی کی جذبہ سے سرشار ہو کر ان سامراجی، اسلام دشمن اور مسلم کش آقاؤں کے عزائم اور پالیسیوں سے بیزار ہیں۔ جب بھی ان کو اپنے حکمرانوں کے جبر سے نکلنے کے موقع ملتا ہے، ان کے سامراجی آقاؤں سے براءۃ و اظہار نفرت کے لئے عمل کے میدانوں میں بھی کود پڑتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے خالق کائنات کے حضور تیسری یہ دعا پیش کی ان (میری امت) سے بعض کا خوف، مصیبت اور ضرر دوسرے کو نہ پہونچے یعنی یہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ قتل و مقاتلہ سے محفوظ رہیں۔ یہ دعا رد کردی گئی ان میں گناہوں کی وبا جب حد سے بڑھ جائے، تو کچھ سزا تو بطور تنبیہ دینی ہے۔

<u>زر، زن، زمین پر قتل و غارت:</u> معزز حضرات! آج ایسا فعل بد نہیں جو مسلمانوں کے معاشرہ میں موجود نہیں۔ اللہ کریم اور غفور ورحیم ہے، آخر کب تک رحمت وشفقت کا مظاہرہ ہوگا۔ صراط مستقیم اور گناہوں سے روکنے کیلئے کچھ انتباہ تو ہوگی۔ ایک دوسرے کو مارنے اور مرنے کا تماشا تو دور جانے کی ضرورت نہیں، اپنے ہی ملک میں آپ حضرات روزانہ مشاہدہ کررہے ہیں۔ زر، زن اور زمین کیلئے مسلمان کا مسلمان کو قتل کرنے کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کو قتل کرنا محبوب مشغلہ بن گیا ہے، ایک بلی، کتے اور مرغی کے مارنے پر غم وافسوس رہتا ہے، مگر انسان اور مسلمان کی جان وروح کی وقعت وعظمت ختم ہو چکی۔ مسلمان آپس میں دست وگریباں، بھائی بھائی کو حقیر ترین شئی کیلئے مارتا ہے، بے رحمی اور سنگدلی کا تصور مٹ گیا، آئے روز آپ اخبارات دیکھتے ہیں، مسلمانوں کے آپس میں جنگ وجدل وافراتفری کی کیفیت ہے، شقی القلب بیٹے اپنے والدین کو حقیر خواہش کے حصول کیلئے قتل کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں، کاش آج تمام دنیا میں پھیلے مسلمان ایک دوسرے کو ذلیل ورسوا اور خون ریزی کی بجائے اپنی منتشر قوت، طاقت اور وسائل کو جمع کر کے مشترکہ دشمن کے خلاف ایک مٹھی کی حیثیت سے استعمال کرتے تو جس ذلت اور رسوائی کا سامنا مسلمان کر رہے ہیں، یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا بلکہ **وانتم الاعلون ان کنتم مومنین** کا

مصداق بن کر تمام دنیا پر مسلمان حکمرانی، اور قیادت کرتے۔

اجتماعی عذاب نہ آنے کی وجہ: محترم حاضرین! بے شمار مصائب کا شکار ہونے کے باوجود امت مسلمہ کے بیشتر لوگ راہ حق پر آنے کیلئے توجہ ہی نہیں دیتے۔ واعظ اللہ کا نیک بندہ اگر کسی کو گناہ نہ کرنے کی نصیحت وتلقین کرتا ہے۔ اسے قدامت پسند، دیوانہ اور جدید ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھ کر اس کی تضحیک کی جاتی ہے، اس کارخانہ عالم میں اللہ کی کروڑہا نعمتوں کا شکر اور اس کے بدلے مالک حقیقی کی اطاعت کا تصور نہ رہا، اور قوم کی اکثریت جرائم اور گناہوں کے سیلاب میں غرق ہو چکی ہو۔ ابتداء میں بھی کہہ چکا ہوں کہ پہلے اقوام کی نافرمانیاں اللہ اور اسکے نبی سے بغاوت کا سلسلہ اب کے مسلمانوں میں بڑھ چکا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان اقوام کی طرح ساری قوم کو عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ مگر شفیع المذنبین ﷺ کی دعا کی وجہ سے تمام مسلم امہ کی جڑ کٹنے سے ہم بچے ہوئے ہیں۔ اللہ کو جن حصوں میں منظور ہو جزوی طور پر آفات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

زلزلہ وسیلاب ایک انتباہ: جیسے چند سال قبل خیبر پختونخواہ کے ہزارہ وبالاکوٹ اور آزاد کشمیر کا وسیع علاقہ زلزلہ کی وجہ ہزاروں جانی ومالی تباہی وبربادی سے دوچار ہوا، تین مہینے قبل بارشیں طوفانِ نوح کی شکل اختیار کر کے اس کے بعد آنے والے سیلابوں نے صوبہ خیبر پختونخوا کے تقریباً نصف علاقے اور آبادیوں کو دنیا کے نقشے سے مٹادیا۔ لاکھوں مکین دربدر، مال ومتاع سیلاب کی نذر اور کئی انسانی جانوں کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ سیلاب صوبہ پختونخوا سے گزر کر صوبہ پنجاب، بلوچستان اور سندھ میں تباہی وبربادی کے عظیم نشانات چھوڑ کر واصل سمندر ہوا۔ یہ ہم سب مسلمانوں کے لئے وارننگ اور عبرت کا تازیانہ ہے کہ تمام قوم اس سے عبرت حاصل کر کے اللہ کے حضور توبہ واستغفار کا اہتمام کریں۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے اعمال کا احتساب کرے کہ دن رات میں مجھ سے کتنے گناہ سرزد ہو رہے ہیں۔ جن کے نتیجہ بے شمار انسان آفت سماوی یا ارضی کی لپیٹ میں آئے ہم رجوع الی اللہ کی جگہ اس بحث میں لگ گئے کہ یہ آفات عذاب ہیں، یا آزمائش اور امتحان۔

توبہ کرو راہ راست اختیار کرو: اب یہ وقت ان موضوعات پر رائے زنی کا نہیں بلکہ تمام قوم صدق دل سے توبہ اور گناہوں سے اجتناب کر کے صراط مستقیم کی راہ پر گامزن ہو جائے ورنہ یہ آفات خطرے کی گھنٹی کی حیثیت رکھتے ہیں اگر اس کے بعد بھی ہم معاصی، خرافات اور لغویات میں منہمک رہے تو وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورة محمد) ترجمہ: اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے'' کے مصداق ان آفات سے بڑھ کر امتحانات میں ہم خدانہ کرے نشانات عبرت بن جائیں گے۔ رب کائنات ہم سب مسلمانوں کو امتحانات اور آفات سے محفوظ رکھ کر اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کے بتائے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

بحث ونظر: حضرت مولانا یحییٰ نعمانی
خصوصی مضمون برائے ''الحق'' صدر المعہد العالی للدراسات الاسلامیہ لکھنؤ

علت القتال کیا ہے؟ کفر؟ شوکت کفر؟ یا محاربہ؟
جہاد کی آیات اوران کے پس منظر کی روشنی میں

تمہید وخلاصہ:

اس مضمون میں قرآن وسنت وسیرت نبوی کی بنیاد پر یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ (فتنہ اور ظلم کے علاوہ) محاربہ علت القتال ہے۔ اسلام نے (بشرط قدرت) دفاعی جنگ کا بھی حکم دیا ہے اور اقدامی کا بھی۔ لیکن بامعنی صلح کی خواہش مند غیر مسلم ریاست سے جنگ کی اجازت نہیں ہے۔ مقالہ نگار کے نزدیک جہاد کی یہ تعبیر وتشریح کہ مسلمانوں کو مشرق ومغرب کے ہر کالے اور گورے غیر مسلم ملک پر، چاہے وہ جنگجو ہو یا صلح جو، جنگ کرنے کا حکم ہے، اسلام دشمن لابیوں کی خدمت انجام دینا ہے کہ وہ ساری دنیا کو مسلمانوں کی دشمنی پر متحد کریں۔

مقالہ کا ایک خاص محرک حالات کا ایک نیا لیکن فوری تقاضہ بھی ہے جس کی وضاحت مقالے کے بالکل آخر میں کی گئی ہے۔ اجمالاً وہ ضرورت یہ ہے کہ ہم اب ایک ایسے دور کی دہلیز پر ہیں جس میں دنیا کی قیادت مغرب سے مشرق کی نئی قوموں کو منتقل ہو رہی ہے۔ مستقبل میں یقیناً بین الاقوامی پالیسیوں کا محور نئے مسائل ومصالح اور نئے افکار ہوں گے۔ لہٰذا فوری ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے بارے میں ''خطرہ'' کے اس تأثر کو ختم کرنے کی کوشش کریں جو اس وقت موجود ہے اور مسلم دشمن لابیز کے نہایت کام کی چیز ہے۔

اسلامی جہاد کے بارے میں سب سے بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا اس کا مطلب مسلمانوں کو ہر غیر مسلم حکومت سے جنگ کی تعلیم وترغیب ہے؟ یعنی کیا مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر ان کے لئے ممکن ہو تو وہ ضرور غیر مسلموں سے جنگ کریں۔ اصولی طور پر سوال یہ ہے کہ کیا ظلم وجارحیت اور ''فتنہ'' یعنی مذہبی جبر کے خاتمہ کے علاوہ ''کفر'' علۃ القتال ہوسکتا ہے؟؟ یا اگر کفر نہیں تو کیا صرف غیر مسلم حکومت کے وجود کو جنگ کیلئے کافی جواز اور سبب قرار دیا جاسکتا ہے؟۔

ہمارے محدود مطالعے کی حد تک قدیم علمی وفقہی سرمایے میں اس طرح اصولی سوال قائم کر کے مسئلہ پر گفتگو نہیں کی گئی ہے۔ لیکن اجمالی طور پر نصوص سے استنباط کر کے لوگوں نے تین رائیں قائم کی ہیں۔

۱) علت القتال کفر ہے۔اس کی دلیل ﴿وقاتلوهم حتىٰ لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله﴾ سورۂ انفال:۳۹۔(ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ''فتنہ'' نہ بچے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے خالص ہو جائے۔) واضح رہے کہ ہماری کتب تفسیر میں فتنہ کی تفسیر شرک سے بھی کیے جانے کی روایت موجود ہے۔اور ویکون الدین لله تو ظاہر ہے ہی۔

۲) علت القتال کفر نہیں ہے بلکہ کفر کی حکومت ہے۔اس رائے کے حاملین کی اصل دلیل مندرجہ بالا آیت ہی ہے، یہ حضرات اس میں دین کو اطاعت اور قانون کے معنیٰ میں لیتے ہیں۔

۳) علت القتال دفاع ہے، یہ حضرات قرآن کی آیت ﴿وقاتلوا فی سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا﴾ اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان سے جو تم سے جنگ کریں اور زیادتی نہ کرنا۔ البقرۃ۔ سے استدلال کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ تینوں ہی موقف اشکالات سے خالی نہیں ہیں۔

دو ضروری باتیں جن سے ان آیات کے صحیح فہم میں مدد ملتی ہے:

(۱) ان اشکالات کے حل کے لیے قرآن مجید کی ان آیات کے گہرے مطالعے اور تدبر کی ضرورت ہے جو جہاد سے متعلق نازل ہوئیں۔ان کے سلسلے میں یہ اہم بات بطور اصول جان لینا بہت ضروری ہے کہ قرآن میں آیات جہاد کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو مسلمانوں پر جہاد کے فرض قرار پانے کے بعد سابق میں دیے ہوئے حکم کی تاکید، وضاحت یا تحریض وترغیب کے لیے آئی ہیں، ان کا مقصد نئے احکام دینا نہیں تھا، بلکہ ان کو جنگ پر ابھارنا اور سستی و بزدلی سے بچا کر دشمن کے خلاف جوش جنگ پیدا کرنا تھا۔لہٰذا یہ آیتیں قانون جہاد کا بیان نہیں بلکہ تحریض اور ترغیب کی آیات ہیں۔اور اہل علم واقف ہیں کہ قانونی اور رزمیہ زبانوں میں بڑا فرق ہوا کرتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح نصوص اور خصوصاً حدیث کے نصوص میں ترغیب اور زجر وتوبیخ کے لیے جو زبان اور اسلوب استعمال کیا جاتا ہے اس کو خالص اور ٹھیٹھ قانونی معنے میں سمجھنے کے بجائے ترغیب وتحریض اور زجر وتوبیخ کے فطری اسلوب کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اس کم علم کو ایک لمبے غور وفکر کے بعد پورا اطمینان ہو گیا ہے کہ اس اصول کو مدنظر رکھا جائے تو بہت سے اشکالات اور تضاد کی غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔

(۲) اسی طرح قرآنی آیات کا مدعا اور ان میں دیے گئے احکام کی اصل نوعیت سمجھنے کے لئے ان کے پس منظر اور ان حالات کو جاننا بھی ضروری ہے جن کے درمیان وہ نازل ہوئیں۔کسی کلام کو اگر اس کے پس منظر سے کاٹ دیا جائے یا ان حالات کو نظر انداز کر دیا جائے جن میں وہ صادر ہوا ہے تو کچھ کا کچھ مطلب ہو جانا عین ممکن ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کے سلسلے میں اس اصول کو مدنظر رکھنا اس لیے مزید ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ کسی تحریر کردہ کتاب کی طرح لکھا نہیں گیا کہ مصنف اس کے سیاق وسباق کو ذہن میں رکھتے ہوئے مرتب بات کرتا ہے اور قیود وشروط اور

وضاحتیں یکجا لکھتا جاتا ہے۔ اور نہ وہ قانون کی کسی کتاب کی طرح دفعات کی زبان میں نازل نہیں ہوا ہے۔ اس کا نزول تو حالات اور واقعات کے ساتھ ساتھ اس طرح ہوتا تھا کہ جب جس رہنمائی، ترغیب وتحریض، ترہیب یا زجر وتوبیخ کی ضرورت پڑی وہ آگئی۔ اس کے صحیح فہم کے لئے ضروری ہے کہ ان واقعات کی کھوج کی جائے جن میں کوئی خاص مجموعۂ آیات نازل ہوا تھا اور ذہن وتصور کو اس ماحول میں پہنچانے کی پوری کوشش کی جائے۔

جہاد کے سلسلے میں یہ بات یقینی طور پر سامنے آتی ہے کہ سلف وخلف کے یہاں بڑی حد تک عام تصور یہی ہے کہ مسلمانوں کی حکومت غیر مسلموں سے صلح صرف مجبوری کی حالت میں (یعنی مقابلہ سے عاجزی، یا ایسی صورت میں جب کہ مسلمانوں کی مصلحت کا تقاضا ہو تو) ہی کرسکتی ہے۔ مثلاً فقہ حنفی کی اہم کتاب ''بدائع الصنائع'' میں ہے کہ:

صلح کے جائز ہونے کی شرط ضرورت ہے، یعنی یہ کہ مسلمان اس لئے صلح کریں کہ جنگ کی تیاری کریں گے، اور یہ ایسی صورت میں ہی ہوسکتا ہے کہ مسلمان کمزور ہوں اور کفار کو قوت حاصل ہو، لہذا بغیر اضطرار کے صلح جائز نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ صلح کا نتیجہ فریضۂ جنگ کا ترک ہے۔ اس لئے یہ اس وقت ہی جائز ہوگی جب یہ جنگ کے وسیلہ کے طور پر ہو، اس لئے کہ ایسی صورت میں صلح درحقیقت جنگ ہی مانی جائے گی کہ وہ جنگ کی تیاری کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فلا تهنوا وتدعوا إلى السلم وأنتم الأعلون والله معلم﴾ (یعنی کمزوری مت دکھاؤ کہ صلح کی دہائی دینے لگو، اور تم ہی برتر ہوگے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے) ہاں مجبوری میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ﴿وإن جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله﴾ (یعنی، اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جانا، اور اللہ پر بھروسہ کرنا)

(نیز ملاحظہ ہو: الأم ، باب المهادنة ، شرح السير الكبير ، باب الموادعة)۔

بعض فقہاء نے صلح کے جواز کے لئے اضطرار اور مجبوری کی سخت شرط نہ لگاتے ہوئے ذرا نرم لفظ مصلحت یا مسلمانوں کے مفاد کا خیال (النظر للمسلمين) جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: الأم للشافعي ، كتاب الجهاد ، باب المهادنة على النظر للمسلمين. نیز شرح السير الكبير للسرخسي).

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ: فإذا لم يكن في الموادعة مصلحة فلا يجوز بالإجماع .(شرح فتح القدير ، كتاب السير ، باب الموادعة)

(اگر صلح میں مسلمانوں کی مصلحت نہ ہو تو بالاجماع ناجائز ہے)

تقریباً تمام ہی مسالک کی کتابوں میں اس قسم کی تصریحات ملتی ہیں۔ بلکہ یہ مزید وضاحت بھی فقہاء کرتے ہیں کہ اگر دوسرا ملک صلح کی پیشکش بھی کرے تو حاکم دیکھے گا اگر مسلمانوں کی مصلحت ہوگی تو قبول کرسکتا ہے اور اگر مسلمانوں کا فائدہ نہ ہو تو قبول نہیں کرے گا۔ (الأم : باب مهادنة من يقوى على قتاله ، المبسوط باب صلح الملوك والموادعة)

بہر حال اس سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ عموماً علماء وفقہاء کے نزدیک قتال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مخالف کی طرف سے جارحیت وظلم یا مذہبی جبر (جسے قرآن نے فتنہ کہا ہے) پایا جائے۔ بلکہ مقدور ہو اور کوئی نقصان یا مضرت نہ ہو تو ہر غیر مسلم حکومت سے جنگ ہی کی جائے گی۔

علت القتال کیا ہے؟ اب اس پر سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ جنگ جو اصلاً خونریزی ہے اور قرآن اس کو شر ہی کہتا ہے، کہیں اس کو 'البأساء' (خرابی) کا نام دیتا ہے اور کہیں اس کو شر مانتے ہوئے بڑے شر یعنی ظالمانہ مذہبی جبر کے لئے ایک ناگزیر اقدام بتاتا ہے، ایسی صورت میں اس جنگ کا سبب اور علت کیا ہے؟ کیا صرف کفر ہے؟؟ یا کفر تو نہیں بلکہ ''شوکت کفر'' یا غیر اسلامی حکومت ہے؟؟۔

اگرچہ فقہاء امت کی تصریحات کے تجزیے سے یہ بات تو غلط ہی ثابت ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک قتال کی علت کفر ہے۔ لیکن اس کے باوجود علماء کے یہاں استثنائی طور پر اس قسم کی عبارتیں ملتی ہیں کہ قتال کی علت کفر ہے۔ مثلاً امام قرطبی سورۂ بقرہ کی آیت ۱۹۳ ﴿وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ مطلقاً قتال کا حکم ہے۔ اس میں کفار کے حملہ میں ابتداء کرنے کی شرط نہیں ہے۔ اس کی دلیل ﴿ويكون الدين لله﴾ (یہاں تک کہ دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے) ہے، اور یہ حدیث بھی کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ "لا إله إلا الله" پڑھ لیں''۔ اس آیت اور حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ قتال کا سبب کفر ہے۔''

البتہ یہ اصول جمہور علماء وفقہاء کے قول سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک اگر غیر مسلم اپنے کفر پر باقی رہتے ہوئے مسلم حکومت کے تابع ہو کر جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لیں تو یہ معاہدہ قبول کرنا لازم ہوگا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ''کفر'' بطور ایک نظریہ و مذہب دنیا میں قابل برداشت چیز ہے، اور اس کا خاتمہ جنگ کی غایت نہیں۔ اگر قتال کی علت کفر ہوتی تو اس وقت تک جنگ جاری رہنی چاہئے جب تک تمام کفار مسلمان ہو جائیں، اور یہ جائز نہ ہوتا کہ جزیہ پر صلح کر لی جائے۔ یہاں تک کہ ہتھیار ڈالنے والوں کے لئے بھی بس دو ہی راہیں ہوتیں: یا اسلام قبول کریں یا قتل کیے جائیں۔ اس طرح یہ نظریہ قرآن کے بیان کردہ بنیادی اصول ﴿لا إكراه في الدين﴾ (دین میں کوئی زبردستی نہیں) کے صریح منافی قرار پاتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ نفس کفر جنگ کا سبب یا علت قتال ہے تو کفر تو جنگ کے خاتمے کے بعد بھی باقی رہتا ہے، اس کا خاتمہ تو جنگ کے بعد بھی نہیں ہوتا۔

اس تجزیاتی غور وفکر کے بعد متقدمین فقہاء وعلماء کے نقطۂ نظر کے اصول کے طور پر ہمارے سامنے یہ نظریہ آتا ہے کہ قتال کی اصل علت شوکت کفر یا غیر مسلم حکومت کا وجود ہے۔ اس نظریے کی رو سے کفر جنگ کا سبب نہیں ہے۔ غیر مسلم بطور مسلم ریاست کے شہری (ذمی) کے اپنے کفر پر باقی رہ سکتے ہیں ہاں اگر مسلمانوں کو قدرت ہوگی تو وہ جنگ کر کے غیر مسلموں کی حکومت کو بے دخل کر کے عوام پر اسلام اور مسلمانوں کی حکومت ضرور قائم کریں گے۔

(ہم آگے اس موقف کی مدلل حمایت کر کے اپنا یہ نقطۂ نظر ظاہر کریں گے کہ یہ (اپنے زمانے اور ماحول میں) ایک بالکل برحق اور منصفانہ موقف تھا)۔

سب سے اہم سوال: مگر یہاں سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ کسی غیر مسلم قوم کو کس جواز کی بنا پر اپنے اس حق سے محروم کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے اوپر اپنے لوگوں کی اور اپنے پسندیدہ اصولوں اور نظریات کے مطابق حکومت قائم کرے؟؟؟ اس سوال کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ عام انسانی اخلاقی حس کے مطابق یہ موقف ایک اشکال کا باعث بنتا ہے کہ مسلم ریاست صلح صرف اپنی مصلحت اور ضرورت کے تحت ہی کر سکتی ہے، قدرت وطاقت ہو تو اس کو ہر مملکت سے جنگ ہی کرنی ہے چاہے وہ کیسی ہی بے ضرر اور صلح جو ہی کیوں نہ ہو۔

مولانا مودودی کا نظریہ: اب سے دو صدیوں پہلے جب مغرب کی فوجی یورش کے پہلو میں مسلمان اور اسلامی عقائد واحکام بھی فکری یلغار کا نشانہ بنے تو جو دلیر اسلام کے دفاع کیلئے سب سے پہلے کھل کر سامنے آئے ان میں شبلیؒ ومودودیؒ کا نام نمایاں ہے۔ مؤخر الذکر کی کتاب اپنی شہرت اور اپنے پر اعتماد انداز کے اعتبار سے ممتاز ہے اور مصنف کی محنت اور مآخذ کی کثرت کی شاہد بھی۔ لیکن کتاب میں آبشار کا جوش اور فکر وخیال کی روانی تو ہے مگر فاضل مصنف اس وقت نہایت کم عمر بھی تھا اور اسکو کتاب ہفتہ وار اخبار (الجمعیۃ) کی متواتر قسطوں میں پیش کرنی تھی، اسلئے اسکے پاس غور وتدبر کیلئے وقت بھی کم تھا۔

موصوف کے سامنے جب یہ سوال آیا کہ ایک طرف تو قرآن مذہب کے معاملے میں جبر واکراہ کی کھلی نفی کرتا ہے تو پھر اس کی کیا توجیہ کی جائے کہ صدیوں پر مشتمل اسلامی فکر کا حاصل یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو مسلمان ریاست جنگ ہی کرے گی، صلح صرف مصلحۃً ہی کی جائیگی۔ موصوف کی عبقری ذہانت نے اسکا جو حل دریافت کیا وہ بہت سے لوگوں کے لیے اسلامی فلسفہ بن چکا ہے۔ مولانا مرحوم کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ اسلام انفرادی طور پر ہر فرد بشر کو مذہبی آزادی تو دیتا ہے، لیکن وہ اسلام کے مخالف عقیدہ وفکر کو حکومتی طاقت اور شوکت رکھنے کی اجازت نہیں دیتا، اسلئے کہ (انکے بیان کے مطابق) قرآن میں جن چیزوں کو فتنہ اور فساد کہا گیا اور جنکے خاتمے کو جہاد وقتال کا مقصد اور غرض وغایت بتلایا گیا ہے وہ ''سب کی سب ایک ناحق شناس، ناخدا ترس اور بداصل نظام حکومت سے پیدا ہوتی ہیں'' (الجہاد فی الاسلام ص ۱۱۷)۔

عالم عرب میں مولانا کے ایک خاص خوشہ چیں انقلابی مفکر سید قطبؒ ہوئے، جو اپنے انقلابی فکر اور جوش تحریر میں مولانا مودودیؒ سے کہیں آگے تھے۔ مصر میں ناصر کے آمرانہ استبداد کے زمانے میں جب عموماً اسلام پسند حکومت کی مغرب پرستی سے سخت نالاں تھے اور دین دشمن حکمرانوں کی مخالفت کی پاداش میں اخوان پر سخت مظالم کا سلسلہ جاری تھا، سید قطب کا شعلہ بار قلم (جس کے جوش وزور کی کوئی نظیر معاصر عربی ادب میں نہیں پائی جاتی) اسلامی انقلاب کی ندا لگا رہا تھا۔ سید قطب نے مولانا مودودی کے دیگر تحریکی نظریات کی طرح اس فلسفے کو بھی اخذ کیا اور اپنی تفسیر میں اور (دیگر تصنیفات میں بھی) مولانا مودودی سے کہیں زیادہ قوت اور تفصیل وتکرار سے بیان کیا۔ یہاں تک کہ یہ ایک حد تک

مقبول نظریہ بن گیا۔

مولانا نے بھی فقہاء کی بیان کردہ تفصیلات کا خلاصہ اور حاصل یہی اخذ کیا کہ مسلمانوں کے لئے یہ بات شرعی فریضہ کا درجہ رکھتی ہے کہ اگر حالات اجازت دیں تو وہ ہر غیر مسلم قوم سے حکومت چھین لیں اور ان پر مسلمانوں کی (بلکہ مولانا کے الفاظ میں اللہ کے صالح بندوں کی) حکومت قائم کریں۔

یہ کم علم اپنی کم علمی کے احساس کے باوجود پورے یقین کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اس موقف کی کیسی ہی مؤثر ترجمانی کی جائے مگر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ (کم سے کم اِس زمانے میں) یہ اشکال کا باعث ہے۔ اگر کوئی حکومت نہ اپنے عوام پر کسی سخت ظلم کی مرتکب ہے اور نہ دوسری قوموں پر کسی جارحیت کی مجرم، ساتھ ہی وہ اپنے یہاں بسنے والے مسلمانوں کو اللہ کے دین پر چلنے کی مکمل اجازت دیتی ہے، اور اللہ کے دین کی دعوت کے سامنے رکاوٹ بھی نہیں بنتی اور مسلمانوں کی حکومت کی طرف صلح وآشتی کا ہاتھ بھی بڑھاتی ہے تو کس اخلاقی جواز کے تحت اس حکومت پر جنگ تھوپی جاسکتی ہے۔ اور کیسے کسی قوم کو اس فطری حق سے محروم رکھا جاسکتا ہے کہ اس کا سیاسی نظام اس کے اپنے لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔ کسی قوم سے خودمختاری سلب کرلینا انسانی عرف میں یقیناً ظلم ہے۔

مولانا مودودیؒ اس اشکال کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ انہوں نے وکیل کی حیثیت سے اپنے موقف کے دفاع میں یہ نظریہ پیش کیا کہ قرآن نے فتنہ کے خاتمہ کو قتال کا مقصد کہا ہے۔ اب ایک نظر ڈالی جائے کہ قرآن میں کن کن برائیوں کو ''فتنہ'' یا ''فساد'' کہا گیا ہے۔ ان برائیوں اور خرابیوں کو گنانے کے بعد مولانا فرماتے ہیں:

''اب اگر ان تمام برائیوں پر ایک غائر نظر ڈالی جائے جن کو فتنہ وفساد سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ وہ سب کی سب ایک ناحق شناس، ناخدا ترس، اور بداصل نظام حکومت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر کسی برائی کی پیدائش میں ایسی حکومت کا براہ راست کوئی اثر نہیں ہوتا تو کم ازکم اس کا باقی رہنا اور اصلاح کے اثر سے محفوظ ہونا تو یقیناً اسی حکومت کے باطل پرور اثرات کا رہین منت ہوتا ہے''۔ (الجہاد فی الاسلام ص: ۱۱۷)

اسی وجہ سے مولانا کے بقول اسلام نے بدی کے خاتمے کے لئے حکم دیا کہ ایک منظم جدوجہد (جہاد) کے ذریعہ اور اگر ضرورت پڑے اور ممکن ہو تو جنگ کرکے ایسی تمام حکومتوں کو مٹادیا جائے۔ اور اسکی جگہ وہ عادلانہ نظام حکومت قائم کیا جائے جو خدا کے خوف اور اور اسی کے نازل کردہ ضابطوں پر مبنی ہو اور جو انسانوں کے مفاد کی خدمت کرے (الجہاد فی الاسلام ص ۱۱۷۔۱۱۸ باختصار)۔

اس نظریہ کے خلاف تین طاقتور دلائل:

(۱) اس نظریہ کے خلاف سب سے پہلے جو چیز جاتی ہے وہ یہ کہ اسلام کی ایک بنیادی تعلیم دین کے معاملے میں آزادی اور انصاف ہے۔ کسی قوم کو اپنی حکومت سے بے سبب محروم کرنا اور اس پر دوسری قوم کی حکومت قائم کرنا فطری طور پر انصاف کے خلاف نظر آتا ہے۔ اسلامی دعوت کے لئے ضروری ہے کہ اسلام اپنے زمانے میں سب سے برتر اور

متوازن اخلاقی معیار پر قائم نظر آئے۔ اگر ایسا نہیں ثابت ہوتا تو اسلام کا اکیلے محفوظ ہدایت ربانی اور قانونِ الٰہی ہونے کا دعوی مشتبہ ہوجائے گا۔ لہذا علماء اسلام کا اہم ترین فریضہ قرار پاتا ہے کہ وہ ہر زمانے میں پوری بیدار مغزی سے اپنے زمانے کے حالات کا جائزہ لیں اور بلاخوف لومۃ لائم قرآن وسنت پر مبنی اسلامی قوانین کا اظہار کریں۔ اس میں ان کو نہ باطل کی یورش کا خوف ہو نہ کسی قسم کی بدنامی کا اور نہ اپنوں یا غیروں کی ملامت کا۔

(۲) دوسری جو چیز اسی نظریہ کے خلاف جاتی ہے وہ یہ آیت قرآنی ہے: ﴿وإن جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله﴾ یعنی اگر یہ خدا اور مسلمانوں کے دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح پر آمادہ ہوجانا۔

یہ آیت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ اس سے صلح کا کس درجہ مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے اس کے لیے صرف سادہ سا مطلب جان لینا کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے سیاق وسباق پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کس درجہ اس کو اہمیت دیتا ہے کہ فریق مخالف اگر آمادۂ صلح ہو تو صلح کر ہی لی جائے۔ اس آیت میں غور سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا حکم مجبور وکمزور کی زبی کچلی صلح کا نہیں ہے، نہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ صلح میں ہمارا فائدہ ہے کہ نہیں۔ یہ سورت انفال کی آیت ہے۔ اس سورت میں مسلمانوں کو مکہ کے مشرکین سے جنگ کے احکام دیے گئے اور ایک طویل سلسلۂ آیات میں مسلمانوں کے اندر قتال کے لئے جوش وحمیت پیدا کی گئی ہے۔ یہی سلسلۂ بیان جب اپنے عروج پر یہاں پر پہنچا کہ واعدوا لهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوا لله وعدوكم:

''اور ان دشمنانِ خدا کے مقابلے کے لئے جو ہوسکے وہ اسلحہ تیار کرو (اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔) اور گھوڑے جنگ کے لئے تیار رکھو، جس سے تمہارا رعب اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن کے دل میں بیٹھے۔''

اور اس کے بعد اس جہاد وقتال کی تیاری میں اپنا مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی۔ جہاد وقتال پر آمادہ کرتے ہوئے، اور جہاد وقتال کے لیے جوش دلانے والے اسی ولولہ خیز سلسلۂ کلام میں ارشاد ہوتا ہے کہ: وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله، انه سميع عليم. وان يريدوا ان يخدعوك فان حسبك الله. (الانفال: ۶۱-۶۲) ''اگر یہ (خدا و مسلمانوں کے دشمن، اپنی دشمنی کے باوجود) مصالحت کی طرف جھکتے ہیں تو تم بھی اس کی طرف جھک جانا، اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ بے شک وہ (سب) سننے اور جاننے والا ہے۔ اگر ان کی نیت تم کو دھوکہ دینے کی ہوگی تو اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔''

کلام کے سیاق وسباق پر غور کیجیے۔ یہ موقعہ مسلمانوں کو مشرکین مکہ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے اور ان میں اس کی تیاری کے لئے جوش وحمیت پیدا کرنے کا ہے۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ دشمن اگر صلح پر آمادہ ہوتا ہے تو صلح کرنے کا حکم ہے۔ کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ دشمن صلح کے بہانے دھوکہ نہ دے دے۔ سو اس کی پیش بندی کے طور پر پہلے تو کہا کہ صلح کرنے میں توکل علی اللہ کا مظاہرہ کرو۔ پھر مزید صراحت کی کہ اگر ان کے دھوکہ دینے کا اندیشہ ہو تو جان لو کہ اللہ پر توکل ہی تمہارا سرمایہ ہے۔ یعنی اس سلسلے میں اندیشہ ہائے دور دراز کا زیادہ خیال نہ کرو۔

کیا یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے؟ سید قطب مرحوم نے بڑے شدومد کے ساتھ اس رائے کی تائید کی ہے کہ صلح کر لینے کا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ ان حضرات کو جو اس آیت کو غیر منسوخ قرار دیتے ہیں سید قطب ان کو ''المھزومون روحیا وعقلیا'' (عقلی اور روحانی اعتبار سے شکست خوردہ) قرار دیتے ہیں، سادگی اور حماقت سے موصوف کرتے ہیں اور اسلام کے مزاج و منہاج سے بے خبر بتاتے ہیں۔

حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ اس آیت کو منسوخ قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے، مفسرین اور فقہاء کی ایک تعداد اگرچہ یہ کہتی ہے کہ سورۂ توبہ کی یہ آیت اس کی ناسخ ہے۔

﴿فإذا انسلخ الأشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد﴾ (اور جب اشہر حرم گذر جائیں تو جہاں پاؤ ان مشرکین کو قتل کرو ان کو پکڑو، گھیرو، اور ہر جگہ ان کے (قتل کے لئے) گھات لگا کر بیٹھو)۔

یقیناً سورۂ انفال کی وہ آیت جو دشمن کے آمادۂ صلح ہونے پر صلح کا حکم دے رہی ہے وہ پہلے نازل ہوئی ہے اور سورۂ توبہ کی آیت بعد میں، مگر جنگ کا حکم دینے والی سورت توبہ کی ان آیات کے سیاق وسباق پر ذرا غور کرنے سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ احکام مشرکین عرب (جو قریش کی قیادت میں ایک ملت اور سیاسی اتحاد کا درجہ رکھتے تھے) کے لئے نازل ہو رہے تھے۔ آپ اول سورت سے آیت نمبر ۲۸ تک پڑھ جایئے قطعی طور پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ سورت عرب کے مشرکین سے متعلق ہی گفتگو کر رہی ہے۔ یہ گفتگو جن مشرکین کے متعلق کی جا رہی ہے دوران کلام ان کے جو حالات اور صفات بیان کی گئی ہیں اس سے کسی ذی شعور کے لئے شبہہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اس سلسلۂ کلام میں صرف مشرکین عرب مراد ہیں۔ مثلاً کہیں کہا جا رہا ہے کہ ''جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا'' آیت نمبر (۱)، پھر آگے ان کی صفت یہ بھی آیت نمبر ۱۳ میں بتائی جا رہی ہے کہ:

ألا تقاتلون قوما نكثوا أيمانهم وهموا بإخراج الرسول وهم بدؤوكم أول مرة

(کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے عہد توڑ ڈالا، رسول کو دربدر کرنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ہی تمہارے خلاف جنگ چھیڑی ہے)۔

ظاہر ہے معاہدہ مشرکین عرب سے ہی ہوا تھا۔ المشرکین سے مراد مشرکین عرب ہی ہیں اس کو مزید مؤکد کرنے والی آیات آگے اور ہیں جن میں ان کے مسجد حرام (کعبہ) سے رشتہ کا ذکر کر کے کہا جا رہا ہے کہ اب ان سے اس کی تولیت چھینے جانے کا وقت آگیا ہے (۱۷-۲۲)۔ پھر آیت نمبر (۳۶) نے تو کسی شبہہ کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ ارشاد ہوتا ہے: وقاتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة

"تمام مشرکین سے جنگ کرو جیسا کہ وہ سب کے سب تم سے جنگ کر رہے ہیں۔"

سورت انفال میں پہلے انہی مشرکین کے بارے میں حکم دیا گیا تھا کہ ''اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل

ہوجانا'' مگر قرآن خود بتا رہا ہے کہ اس حکم کی تبدیلی کا سبب ان کی لگاتار جارحیت، ظلم وعدوان، اور عہد شکنی کی تاریخ ہے، جیسا کہ ابھی ذکر کی گئی آیتوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ ان کے سینوں میں عداوت کی جہنم ہے، وہ کسی رشتہ وقرابت اور معاہدے تک کا لحاظ نہیں کررہے لہذا اب بس، ان کو تہ تیغ کرو، یہاں قرآن ان کو بدعہدی اور ظلم واعتداء کا مرتکب بھی بتا رہا ہے، ﴿لا یرقبون فی مؤمن إلا و لا ذمة و أولئك هم المعتدون﴾۔ لہذا یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان کو ہر حال میں تہ تیغ کرنے کا حکم کا سبب ان کی بے اعتباری اور یہ اعتداء تھا۔

قرآن کی کسی آیت کو اس معنی میں منسوخ قرار دینا کہ وہ معطل کردی گئی ہے اور اب اس پر عمل نہیں کیا جائے گا ایک بڑی بھاری بات ہے۔ اتنی پرخطر بات کہنے کے لئے کوئی یقینی بنیاد ہونی چاہئے، جو یہاں ہرگز نہیں ہے۔ صلح کا حکم دینے والی آیت بالکل الگ قسم کے حالات اور الگ دشمن کے لئے ہے اور سورۂ توبہ کی آیات الگ صورت حال میں ایک متعین دشمن سے جنگ کرنے اور اس کے لئے زمین تنگ کردینے کے حکم پر مشتمل ہے۔

صلح کا حکم قرآن نے اس صورت میں دیا ہے جب دشمن صلح جو ہو۔ کہا گیا اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی مائل بہ صلح ہوجانا اور اس پر یہ اضافہ کیا گیا کہ دشمن سے اگر عہد شکنی کا اندیشہ ہو تب بھی اللہ کے بھروسے پر صلح کرہی لی جائے اور سورۂ توبہ کی آیت جو دشمن سے بھرپور جنگ کرنے کا حکم دے رہی ہے وہ بتا رہی ہے کہ جن "المشرکین" کے بارے میں یہ حکم ہے وہ یہی نہیں کہ صلح جو نہیں بلکہ تم سے جنگ کررہے ہیں اور ایسے عہد شکن ہیں کہ اب ان کی صلح پر آمادگی کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی سلسلۂ آیات میں آگے کہا گیا: ﴿وقاتلوا المشرکین کافة کما یقاتلونکم کافة﴾ اور تمام مشرکین سے جنگ کرو جس طرح وہ سب کے سب تم سے جنگ کرتے ہیں۔

سورۂ انفال کی یہ آیت (۶۱) دوسرے فریق کے صلح پر (یقیناً بامعنی اور منصفانہ صلح پر) راضی ہونے کی صورت میں اس کو نہ صرف قبول کرنے بلکہ کشادہ قلبی کے ساتھ قبول کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ اصلاً تو گفتگو مسلمانوں کو آمادۂ جنگ کرنے کی چل رہی تھی مگر پھر بھی مسلمانوں میں صلح پر آمادگی پیدا کرنے کے لئے یہاں تک ارشاد ہوا: وتوکل علی الله إنه هو السمیع العلیم وإن یریدوا أن یخدعوك فإن حسبك الله هو الذي أیدك بنصره وبالمؤمنین

''اور (اس سلسلہ میں) اللہ پر بھروسے سے کام لو۔ وہ سب سننے جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ تم کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو اللہ کافی ہے تمہارے لئے۔ اسی نے تو اپنی مدد اور مؤمنین کی جماعت کے ذریعہ تمہاری تائید کی ہے۔''

اس کی تشریح میں ابن کثیر کہتے ہیں کہ'' مطلب یہ ہے کہ اگر وہ صلح کرکے دھوکہ دینا چاہیں تاکہ اسی مدت میں تیاریاں کرلیں تو جان لو کہ اللہ تمہارے لئے کافی ہے''۔

اس پوری تفصیل نے یہ بات واضح کردی کہ سورۂ توبہ کی آیات صلح کی آیت کو منسوخ نہیں کررہی ہیں۔ نسخ کی کوئی دلیل

نہیں ہے۔ دونوں آیات قطعی طور پر الگ حالات اور الگ دشمنوں سے متعلق ہیں۔ کوئی اگر خود قرآن میں غور کرے اور اگر اپنے ذہن میں قائم خیالات اور کسی مخصوص نظریے کے تاثرات سے آزاد ہو کر سوچے تو وہ اسی نتیجے تک پہنچے گا، اور کتاب اللہ کی آیات کو مصحف میں موجود ہوتے ہوئے اور تلاوت کرتے ہوئے بلا قطعی دلیل کے ہرگز یہ نہیں کہے گا کہ وہ منسوخ اور معطل ہیں۔ جیسا کہ امام طبری جو سرخیل مفسرین ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث وفقہ میں بھی امامت کے مقام پر فائز تھے اس آیت کے منسوخ ہونے کی بات بالکل بے بنیاد قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: لا دلالة عليه من كتاب ولا سنة ولا فطرة ولا عقل. اس کی کتاب وسنت اور عقل وفطرت سے کوئی دلیل نہیں پیش کی جاسکتی۔

ہاں سورۂ محمد کی ایک آیت میں کمزوری دکھاتے ہوئے دشمن سے صلح کی دہائی دینے کو منع کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ایک بالکل دوسری بات ہے اور دشمن کے ساتھ باعزت صلح ایک دوسری چیز ہے۔

(۳) تیسری ایک بات اور ہے جو قطعی طور پر اس کا فیصلہ کردیتی ہے کہ خود ہمارے فقہاء کے نزدیک غیر مسلم حکومت خود اپنی ذات میں ایسی چیز نہیں ہے جس کو برداشت ہی نہیں کیا جاسکتا اور مسلمانوں پر اس کو ختم کرنا دینی فریضہ ہے۔ فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اگر غیر مسلم حکومت کی طرف سے کچھ مال دے کر صلح کی پیش کش کی جائے تو مسلمانوں کی حکومت کے لئے جائز ہے کہ وہ اس مال کو قبول کرکے غیر مسلم حکومت کو باقی رہنے دے اور صلح کرلے۔ فقہاء نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ یہ "جزیہ" والی صورت نہیں ہوگی بلکہ غیر مسلم حکومت اپنی پوری آزادیوں اور کفر کے قوانین کے نفاذ کے ساتھ باقی رہے گی۔

اب اگر مولانا مودودیؒ کی بات کو تسلیم کرلیا جائے تو بات یہ ہوگی کہ یوں تو اگرچہ ایک غیر مسلم حکومت سارے فتنہ وفساد کی جڑ اور خرابیوں کا منبع ہے اس لئے اس کو اکھاڑ پھینکنا اور اس کی جگہ اہل حق کی حکومت قائم کرنا ضروری ہے، لیکن اگر مال ملے تو پھر سب قابل برداشت ہوسکتا ہے۔ ذرا غور فرمائیں! یہ تو کوئی اخلاقی پوزیشن نہیں ہوئی۔ اللہ کا دین یقیناً اس سے بری ہونا چاہئے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے ائمہ اور فقہاء متقدمین کے موقف کی جو یہ توجیہ اور تشریح کی جاتی ہے کہ "شوکت کفر علت قتال ہے" یا یہ کہ غیر مسلم حکومت کا وجود فی نفسہ اس بات کا مکمل سبب ہے کہ اگر قدرت ہو تو اس کو ختم کرنے کے ہدف سے اس کے خلاف جنگ کی جائے اور مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہ غیر مسلم حکومت کا خاتمہ ضرور کریں، یہ صحیح توجیہ نہیں ہے۔ فقہاء کا یہ متفقہ مسئلہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک نہ کفر قتال کا سبب ہے نہ نظام کفر نہ حکومت کفر، کیوں کہ وہ سب مال کے عوض غیر مسلم حکومت سے صلح کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلم حکومت مال دینے پر اسی وقت راضی ہوگی جب مسلمانوں کی طاقت کا پلہ بھاری ہو، یعنی یہ بات بھی نہیں کہی جاسکتی کہ ہمارے فقہاء نے اس کی اجازت اسی صورت میں دی ہے جب مسلمان کمزور ہوں یا خود ان کی مصلحت کا تقاضہ ہو کہ جنگ سے بچا جائے۔

بعض قدیم علماء کی صراحتیں کہ جنگ کا سبب محاربہ ہے:

اگر چہ ہمارے قدیم فقہاء کے یہاں یہ تصور نا پید نہیں ہے کہ نفس کفر جنگ کا سبب نہیں ہوسکتا۔ جنگ کا سبب محاربہ یعنی جارحیت ہے۔ امام ابن تیمیہ کا تو اس مسئلے پر مستقل رسالہ 'قاعدة مختصرة في قتال الكفار ومهادنتهم'' بھی ہے۔ جس میں انہوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جنگ صرف اسی سے کی جائے گی جو خود آمادہ پیکار ہو۔ (قاعدة مختصرة في قتال الكفار ص ۱۲۱)

بعض علماء اس رسالہ کی ابن تیمیہ کی طرف نسبت مشکوک قرار دیتے ہیں۔ مگر نیل الأوطار میں ایک جگہ شوکانی کے قلم سے اس رسالہ کا تذکرہ دیکھا تو اندازہ ہوا کہ شوکانی کے پاس غالباً اس کا نسخہ تھا۔ علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ

وكون قتال الكفار لكفرهم هو مذهب طائفة من أهل العلم ، وذهبت طائفة أخرى إلى أن قتالهم لدفع الضرر ... ومن القائلين بهذا شيخ الإسلام ابن تيمية وله في ذلك رسالة (نيل الأوطار)

(اور کفار سے قتال کا سبب ان کا کفر ہے، یہ بعض اہل علم کی رائے ہے، اور ایک دوسری جماعت کا موقف یہ ہے کہ قتال ان کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے ہے... اس دوسری رائے کے حاملین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی ہیں اور ان کا اس موضوع پر ایک رسالہ بھی ہے۔)

اس رسالہ کا تذکرہ شوکانی سے پہلے علامہ امیر صنعانی کے یہاں بھی ملتا ہے، بلکہ انہوں نے اس کی تائید کرتے ہوئے اپنے ایک رسالہ میں اس کی تلخیص بھی کی ہے جو ذخائر علماء الیمن نامی کتاب میں شائع ہو چکی ہے۔

ابن تیمیہ نے اپنی دوسری کتاب النبوات میں بھی اس رائے کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے، بلکہ اس کو جمہور علماء کا مسلک قرار دیا ہے، کہتے ہیں: الكفار إنما يقاتلون بشرط الحراب ، كما ذهب إليه جمهور العلماء ، وكما دل عليه الكتاب والسنة (النبوات ص: ۱۴۰)

(کفار سے جنگ اسی شرط پر کی جائے گی کہ وہ محاربہ کریں، جیسا کہ جمہور علماء کا مسلک ہے اور اسی پر کتاب وسنت کی دلیل قائم ہے۔)

ابن تیمیہ اور شوکانی کی ان عبارتوں سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک ماضی میں بھی اہل علم کی ایک تعداد اسی کی قائل رہی ہے کہ قتال صرف ظلم وجارحیت کے خلاف ہی کیا جاسکتا ہے اور اس کی اصل علت محاربہ (یا فتنہ وغیرہ) ہی ہے۔ ابن تیمیہ اپنی کتاب الصارم المسلول میں آیت کریمہ: ''اور اللہ کے راستہ میں قتال کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی مت کرنا، اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔ (البقرۃ:۱۱۹) کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

فأمر بقتال الذين يقاتلون ، فعلم أن شرط القتال كون المقاتَل مقاتِل ۔ (الصارم المسلول: ۲۸۲) ''اللہ نے جنگ کرنے والوں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قتال کے لئے یہ شرط ہے کہ جس کے خلاف جنگ چھیڑی جائے وہ جنگ کر رہا ہو۔''

ابن قیمؒ اپنی کتاب ہدایۃ الحیاری میں کہتے ہیں:

إنما كان (صلى الله عليه وسلم) يقاتل من يحاربه ، وأما من سالمه وهادنه فلم يقاتله (هداية الحيارى: ۱۲۱)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی سے جنگ کرتے تھے جو خود جنگ کرتا تھا۔ جو صلح کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے جنگ نہیں کرتے تھے)۔

اس موقف کا اظہار ہمیں طبری کے یہاں بھی ملتا ہے جنہوں نے اسی آیت صلح کی تفسیر کرتے ہوئے پہلے تو یہ غیر معمولی بات لکھی کہ: وان مالوا الى مسالمتک ومتارکتک الحرب، اما بالدخول فى الاسلام واما باعطاء الجزية واما بموادعة ونحو ذلک من اسباب السلام والصلح فاجنح لها، يقول فمل اليها وابذل لهم ما مالوا اليه من ذلک وسألوک.

یعنی اگر وہ (دشمن) تمہارے ساتھ صلح اور جنگ بندی پر آمادہ ہو جائے چاہے اسلام قبول کر کے یا جزیہ دے کر یا صلح کر کے، چاہے وہ کسی قسم کی اور کسی انداز کی بھی صلح ہو تو تم بھی صلح پسندی کا ثبوت دینا، اور وہ جو چاہیں وہ کر دینا اور دے دینا۔

پھر آیت کی اس اجمالی وضاحت کے بعد قتادہؒ اور بعض دیگر حضرات کے اس قول پر کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی بعد میں اجازت نہیں رہی، وہ تبصرہ کرتے ہیں جو پیچھے گذر چکا کہ: اس کی کتاب وسنت اور عقل وفطرت سے کوئی دلیل نہیں پیش کی جاسکتی۔

دلائل پر ایک نظر:

جو حضرات اس کے قائل ہیں کہ مسلمانوں کو بشرط قدرت ساری غیر مسلم حکومتوں سے جنگ کرنے کا حکم ہے، ان سے بھی جو محاربہ یا ظلم کے مرتکب ہوں اور ان سے بھی جو کسی قسم کے محاربہ کے مرتکب نہ ہوں، ان حضرات کے اہم دلائل حسب ذیل ہیں: (۱) وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله (البقرة : ۱۹۳)

(اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ''فتنہ'' باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے۔)

اس آیت میں قتال کا جو دوسرا مقصد ''اور دین اللہ کیلئے خالص ہو جائے'' بتایا گیا ہے، اس میں بعض مفسرین نے

''دین'' کے معنی اطاعت کے بیان کیے ہیں (طبری)۔ یہیں سے یہ حضرات یہ استدلال کرتے ہیں کہ آیت مسلمانوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ تاحد مقدور اسلام کی حکومت کے قیام کیلئے قتال کریں، تاکہ قانون صرف اسلام کا باقی رہے۔

مولانا مودودیؒ اس استدلال کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''اس مقام پر ''فتنے'' سے مراد وہ حالت ہے جس میں دین اللہ کے بجائے کسی اور کے لئے ہو، اور لڑائی کا مقصد یہ ہے کہ یہ ''فتنہ'' ختم ہو جائے اور دین صرف اللہ کے لئے ہو۔ پھر جب ہم لفظ ''دین'' کی تحقیق کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان میں دین کے معنی ''اطاعت'' کے ہیں، اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ نظام زندگی ہے جو کسی کو بالاتر مان کر اس کے احکام وقوانین کی پیروی میں اختیار کیا جائے۔ پس دین کی اس تشریح سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ سوسائٹی کی وہ حالت جس میں بندوں پر بندوں کی خدائی وفرماں روائی قائم ہو، اور جس میں اللہ کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنا ممکن نہ رہے، فتنے کی حالت ہے، اور اسلامی جنگ کا مطمح نظر یہ ہے کہ اس فتنے کی جگہ ایسی حالت قائم ہو، جس میں بندے صرف قانون الٰہی کے مطیع بن کر رہیں''۔ (تفہیم القرآن ۱/۱۵۱)

مولانا کی اس تشریح کا حاصل یہ ہے کہ ''فتنہ'' یہ ہے کہ اللہ کے قانون کے علاوہ کوئی دوسرا قانون نافذ ہو۔ اور ''دین کل کا کل صرف اللہ کے لیے ہو جائے'' کا مطلب یہ ہے کہ ''بندے صرف قانون الٰہی کے مطیع بن کر رہیں''۔ اقتباس کے خط کشیدہ الفاظ پر دوبارہ غور کریں تو یہ استدلال کمزور نظر آئے گا۔ اسلیے کہ چاہے دین اپنے اصطلاحی معنوں میں ہو یا آیت کے معنی یہ ہوں کہ اطاعت خالصۃً اور کل کی کل اللہ کی ہو جائے، اس سے یہ مراد لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے؟ مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے اور اسلامی احکام کا قانونی نفاذ ہو بھی جائے تو بھی کفار اپنے شرک وکفر اور اللہ کی نافرمانی اور غیر اللہ کی اطاعت وبندگی پر قائم رہیں گے، ان کے احبار ورہبان ان کے لیے ناحق حلال وحرام کے فتوے دیتے رہیں گے اور اسلامی حکومت ان کے بہت سے معاصی وقبائح ومنکرات کا خاتمہ نہیں کرے گی۔ پھر اس آیت سے استدلال کے کیا معنی؟ مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے اور اسلامی قانون کے نفاذ اور جزیہ کی تحصیل کے بعد بھی نہ دین اپنے معروف معنی میں اللہ کے لئے خالص ہوتا ہے اور نہ اطاعت، مشرکین کا شرک اور یہود ونصاریٰ کی اطاعت رہبان واحبار بھی باقی رہے گی اور کفار کے معاصی بھی، کوئی جہاد دنیا میں دین یا اطاعت کو اللہ کے لئے خالص نہیں کرتا، پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جنگ کی غایت ''دین کا یا اطاعت کا اللہ کے لئے خالص ہو جانا'' ہے۔ جہاد کے نتیجے میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی تب بھی دین اللہ کے لئے خالص نہیں ہوگا نہ اطاعت اللہ کے لئے خالص ہوگی۔ یعنی نہ دین اللہ کے لیے خالص ہوگا اور نہ اطاعت۔

سادہ سے لفظوں میں آپ اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ جہاد کے نتیجے میں جو اسلامی حکومت قائم ہوگی وہ زمین پر کفر

کو بھی باقی رہنے دے گی اور (غیر مسلموں کے ذریعے) اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں کو بھی۔ لہٰذا جنگ کا ہدف دین یا اطاعت کا اللہ کے لیے خالص ہو جانا نہیں قرار دیا جا سکتا۔

بعض محترم علماء نے اس آیت میں دین کے معنی قہر وغلبہ کیلئے ہیں، جو یقیناً غلط فہمی ہے، ہم بصد ادب وضاحت کرتے ہیں کہ دین کے معنی عربی زبان میں قانون، اطاعت بدلہ وغیرہ کے تو آ سکتے ہیں، قہر وغلبہ اور حکومت کے نہیں آتے۔

پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟؟ اس مشکل کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ اس حقیقت واقعہ کو تسلیم کر لیا جائے کہ:

دراصل یہ آیت صرف مشرکین عرب کے سلسلہ کا حکم بیان کر رہی ہے۔ آپ ذرا اس کے سیاق پر غور کیجئے۔

﴿وقاتلوا في سبيل الله .... تا ...... الا على الظالمين﴾ (البقرة : ۱۹۰۔۱۹۳)

(اور اللہ کے راستے میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کر رہے ہیں۔ اور زیادتی مت کرنا اللہ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اور ان کو قتل کرو جہاں پاؤ، اور وہاں سے ان کو نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ اور ''فتنہ'' قتل سے سنگین تر ہے، اور ان سے مسجد حرام کے پاس جنگ مت کرنا جب تک وہ وہاں تم سے جنگ نہ کریں، اگر وہ مسجد حرام میں تم سے جنگ کریں تو تم ان کو قتل کرو۔ کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ تو اگر وہ باز آجائیں (شرک سے) تو اللہ غفور ورحیم ہے۔ اور ان سے جنگ کرو اس وقت تک جب تک کہ فتنہ نہ ختم ہو جائے اور دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے۔ اگر وہ باز آجائیں (جنگ) سے تو کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی سوائے ظالموں کے (کسی پر)۔

آیات کا سیاق قطعی طور پر ان مشرکین مکہ کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے اسلام کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی تھی، جن کے خلاف مسلمانوں میں جوش حمیت پیدا کرنے کے لئے قرآن نے کہا تھا ﴿وهم بدؤكم أول مرة﴾: (انہوں نے ہی لڑائی کی ابتدا کی تھی)۔ ان مشرکین کے سلسلے میں یہ سلسلۂ آیات شروع ہی یہاں سے ہوا ہے کہ: ''اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں''۔ اس سلسلۂ بیان میں حکم دیا گیا ہے کہ ان مشرکین سے تم کو جنگ شروع کرنے کا جو حکم دیا جا رہا ہے اس کی عملی غایت اور انتہا یہ ہے کہ ان کا فتنہ ختم ہو جائے اور دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے۔ اس سیاق وپس منظر میں دین کے اللہ کے لئے اصل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین جس علاقے یعنی جزیرۂ عرب کے باسی ہیں اس کے بارے میں یہ طے ہے کہ یہاں دین صرف اللہ کا ہی رہے گا۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں وصیت فرمائی کہ: ''مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا جائے''۔ (صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب جوائز الوفد) اور یہی محمل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور ارشاد: " أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله ...... " ۔ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ اس معنی کو حتمی طور پر طے کرنے والی یہ بات ہے کہ متفقہ طور پر لوگوں سے زبردستی اسلام قبول

کروانا جنگ کی غایت ہرگز نہیں ہے۔ اگر اس حدیث کو (مذکورہ بالا آیت کی طرح) جزیرۃ العرب کے ساتھ خاص نہ مانا جائے تو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے اور قتل وقتال کرنے کا حکم ہے الا یہ کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔
تقریباً یہی الفاظ سورۂ انفال آیت ۳۹ میں بھی آئے ہیں، وہاں بھی سیاق یقینی طور پر مشرکین مکہ کو متعین کرنیوالا ہے

(۲،۴) اس موقف کے اہم دلائل میں سورۂ توبہ کی دو آیتیں بھی ہیں: قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحقّ من الذین اوتوا الکتاب حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔ (آیت : ۲۹)

(جنگ کرو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور دین حق کی اتباع نہیں کرتے، یعنی اہل کتاب سے، یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں ہاتھ سے اور تابع بن کر رہیں۔)

دوسری آیت اسی سورت کی یہ آیت ہے:

یا أیھا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ۔ (آیت:۱۲۳)

(اے ایمان والو! اپنے پاس کے کفار سے جنگ کرو، اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی پائیں)۔

ان دونوں آیتوں سے استدلال اس طور پر ہے کہ پہلی آیت میں قتال کے حکم کے ساتھ اس حکم کی غایت یہ بتادی گئی کہ یہ اہل کتاب کفار مسلمانوں کے تابع ہوکر جزیہ دینے پر راضی ہوجائیں، تاکہ ان کی بالادستی اور خودمختاری ختم ہوجائے، وہ زمین میں صاحب ا ِمر اور حاکم بن کر نہ رہیں، بلکہ زمین کے نظام زندگی کی باگیں اور امامت وفرماں روائی کے اختیارات دین حق کی اتباع کرنے والوں کے ہاتھوں میں آجائیں۔ دوسری آیت بھی مطلقاً کفار سے جنگ کرنے کا حکم دیتی ہے، اور اس میں کہیں اس کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ وہ دعوت حق کا راستہ روکیں، یا اللہ کے بندوں پر ظلم کریں یا مسلم حکومت کے خلاف جارحیت کے مرتکب ہوں۔

دراصل ان آیتوں کا مدعا اور ان میں دیے گئے حکم کی اصل نوعیت سمجھنے کے لئے ان کے پس منظر اور ان حالات کو جاننا ضروری ہے جن کے درمیان وہ نازل ہوئیں۔ یہ آیات غزوۂ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی ہیں۔ یہ بیزنطینی روم کے خلاف ایک مہم تھی جو سن نو ہجری میں انجام دی گئی، اس وقت ہرقل عظیم رومن سلطنت کے فرماں روائے اعظم قیصر کی حیثیت سے سریر آرائے سلطنت ہوچکا تھا، اور اسی لئے اسلامی مآخذ اس کو کبھی قیصر اور کبھی ہرقل کہتے ہیں۔ رومن حکومت کی کچھ عمل داریاں عرب سرزمین میں حدود شام اور شام کے اندر قائم تھیں۔ شمال عرب میں غسانیوں کی مشہور حکومت تو مستقل طور پر ان کی تابع تھی ہی، اس کے علاوہ اسی علاقہ کی کچھ دیگر قبائلی طاقتیں بھی رومیوں کی عمل داری میں تھیں اور عیسائی ہوچکی تھیں، گویا یہ پورا خطہ رومی سلطنت عظمیٰ کا حصہ تھا۔

رومی سلطنت سے کشمکش کا آغاز ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے ہوچکا تھا۔ روم جیسی توسیع پسند جابر طاقت، کو جس نے

جاگیرداری کے ظالم نظام میں غریب عوام کو جکڑ رکھا تھا، اپنے بالکل پڑوس میں ایک ایسی ابھرتی ہوئی طاقت کیسے برداشت ہوسکتی تھی جو اپنکے جلو میں دلوں کو فتح کرنے والی ایک ایسی دعوت رکھتی تھی جس کا اعلان تھا: ''پادشاہوں کی نہیں، اللہ ہے یہ زمیں'' اور ''اللہ کی بندگی میں داخلہ، بندوں کی غلامی سے آزادی''۔ ابتداء ایسے ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۵ر آدمیوں کی ایک جماعت ان علاقوں میں بھیجی انہوں نے وہاں دعوت اسلام دی، مگر ان سب کو ذات اطلاح نامی مقام پر قتل کردیا گیا۔ ان کے امیر حضرت کعب بن عمیر نہایت زخمی حالت میں بچ کر مدینہ واپس آئے اور اس سنگین واقعہ کی اطلاع دی۔ (سیرت ابن اسحاق، البدایہ والنھایۃ)

ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ رومی حکومت کی ایک اور جارحیت اور اسلام دشمن حرکت سامنے آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال کے ان عرب علاقوں میں مستقل دعوتی مہمیں بھیجی تھیں۔ ان کے نتیجہ میں فروۃ بن عمرو (یا ابن نفاثہ) نامی ایک عرب حاکم نے جو رومیوں کی جانب سے عرب قبائل پر متعین تھا اسلام قبول کرلیا اور رسول اللہ ﷺ کو خیر سگالی کے طور پر کچھ ہدایا بھی بھیجے۔ رومیوں نے اس کو مرکز طلب کیا اور قتل کرکے سولی پر چڑھادیا۔ (سیرت ابن ہشام)

اسی زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانرو ایان ممالک کو دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تھے، ان میں ایک خط بصریٰ کے حاکم کے نام بھی تھا۔ راستے میں غسانی بادشاہ شرجبیل بن عمرو نے، جو رومی حکومت کا علاقے میں نائب تھا اور عیسائی تھا، آپ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر کو پکڑ کر قتل کردیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے یہ پورا خطہ رومی سلطنت میں داخل اور عیسائی حکومتوں کے تابع تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان طاقتوں کی تادیب ضروری سمجھی۔

اب غزوہ موتہ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غالباً اندازہ تھا کہ روم کی تابع ان عرب ریاستوں کے لئے ایک مختصر فوج (۳ر ہزار) کافی ہونی چاہئے۔ مگر ادھر براہ راست قیصر (ہرقل) حرکت میں آچکا تھا۔ اسلامی لشکر علاقے میں پہنچا تو پتہ چلا کہ رومی زبردست لشکر کشی کرنے کی تیاری کرچکے ہیں، غسانی عیسائی عرب قبائل کی بڑی تعداد لے کر سامنے ہیں اور ایک بڑی کمک لے کر ہرقل کا بھائی تھیوڈور آرہا ہے۔ خود قیصر روم حمص میں پڑاؤ ڈالے ہے۔ بہرحال اللہ کی نصرت اور مجاہدین کی جانبازیوں کی بدولت لشکر اسلام بحفاظت واپس آگیا، اور رومی مرعوب ہوئے اور ان کو اندرون عرب لشکر کشی کی جرأت نہیں ہوئی۔

اس اثناء میں خود مدینے کے اندر سے ایک فتین شخص ابوعمر و راہب عیسائی ہوکر غسانیوں کے یہاں بھاگ گیا تھا، اور مستقل اس سازش میں مصروف تھا کہ وہاں سے ایک بڑی فوج لے کر مدینہ پر حملہ کرے، مدینہ میں منافقین مستقل اسی کے رابطے میں تھے، آخر جب یہ سازش اپنے عروج کو پہنچی تو انہوں نے عین مدینہ میں مسجد کے نام پر اپنا ایک مستقل مرکز بھی بنالیا جہاں بیرونی حملہ آور افواج کی مدد کے منصوبے تیار ہوتے تھے۔ قرآن نے اسی پوری سازش کا پردہ چاک کیا کہ یہ مرکز دراصل رومی حملہ کی سازشوں کا گڑھ ہے۔ (سورۂ توبہ: ۱۰۷)

اب سن ۹ ہجری آتا ہے۔ رومیوں کی حرکتیں اس درجہ بڑھ گئی تھیں کہ صحابہ کرام کو ہر دم رومی حملے کا اندیشہ لاحق تھا۔ ایلاء

کے سلسلۂ واقعات میں آتا ہے کہ جب حضرت عمر کے ایک پڑوسی نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور نہایت بے چینی کیساتھ کہا کہ: ارے! بڑا حادثہ ہوگیا'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دفعۃً پوچھا: کیا ہوا؟ کیا غسانیوں نے حملہ کردیا؟ خود حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ خبریں آرہی تھیں کہ غسانی حملے کی تیاریاں کرر ہے ہیں (صحیح بخاری)۔

اب تاجروں اور مسافروں نے آآکر خبریں دیں کہ رومی اپنے حلیف عیسائی عرب قبائل اور ریاستوں کیساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے تیاریاں کرر ہے ہیں، فوجوں کو ایک سال کی تنخواہیں پیشگی باٹی گئی ہیں، اور کچھ دستے بلقاء تک پہنچ رہے ہیں۔ (المواھب اللدنیہ (مع شرح زرقانی) ۳/۶۳، ابن سعد ۲/۱۶۵)۔ روایات بتاتی ہیں کہ عیسائی قبائل نے اپنے آقا قیصر روم کو خط لکھ کر یہ خبر دی کہ عرب میں اس سال شدید قحط ہے، حملہ کرنے کے لئے یہ موقعہ اچھا ہے تو اس نے اپنی طرف سے ایک بڑی فوج تیار کر کے عرب پر لشکر کشی کے لیے بھیجی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۸/۲۳۱)۔

یہ وہ حالات تھے جن میں رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کا فوری حکم دیا اور باوجود اس کے کہ موسم سخت گرم تھا اور مسلمانوں کو سخت غربت اور تنگ حالی کا سامنا تھا، لہذا جنگ کیلئے یہ وقت نہیت مشکل اور نامناسب تھا۔ لیکن کوئی تاخیر اس لئے ممکن نہیں تھی کہ خطرہ نہایت سنگین تھا اور فوری تھا۔ خطرہ اس لیے بھی نہایت سنگین تھا کہ فتح مکہ کے بعد عرب قبائل کا اسلام ایسا مضبوط نہیں ہوا تھا کہ اگر رومی اندرون عرب گھس کر حملہ کرتے تو ان سے استقامت کی امید کی جاتی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے فوراً بعد ان قبائل کی بڑی تعداد کے ارتداد اور بغاوت نے ثابت کردیا کہ اگر روم جیسی طاقت کا حملہ ہوتا تو یہ قبائل یقیناً بغاوت کردیتے اور اسلامی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے۔ اس لئے آپ ﷺ نے سرحد پر جاکر ہی دشمن کو روکنا اور مسلمانوں کی قوت کا رعب قائم کرنا ہر حال میں ناگزیر جانا۔

ان حالات میں یہ دونوں آیتیں مسلمانوں کو رومی طاقتوں سے جنگ کیلئے حکم دینے اور اس پر ابھارنے کیلئے نازل ہوئیں

ایک اہم نکتہ جس پر ان آیات کا صحیح فہم موقوف ہے: اس دراز تفصیل کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ یہ واضح کیا جاسکے کہ یہ آیات دراصل اہل کتاب سے جنگ کے فقہی مسئلہ کو بیان کرنے یا ابتداءً اس کا حکم دینے کے لئے نازل نہیں ہوئیں، اہل کتاب سے اور رومی عیسائی طاقتوں سے کشمکش پہلے سے جاری تھی۔ یہ جنگ پہلے سے فرض ہوچکی تھی اب یہ آیات مسلمانوں میں اس جنگ کیلئے ہمت وجوش پیدا کرنے کے لئے نازل ہوئی ہیں اور رومیوں کی یہ صفات کہ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے دین حق کے منکر ہیں، اور اللہ ورسول کے محرمات کو حرام نہیں سمجھتے، فوجوں کے اندر جوش اور ان کے خلاف غیظ وغضب پیدا کرنے کے لئے بیان کی گئی ہیں۔ یہ رومیوں سے قتال کی علت نہیں ہیں۔ قتال کی علت رومیوں کا صدعن سبیل اللہ (اللہ کے راستے سے روکنا) ایک مسلمان کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں قتل کرنا (فتنہ) اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں (محاربہ) کرنا تھا۔ بہرحال اس سے پتہ چلتا ہے کہ شمال عرب کی ان ساری مہموں کی اصل علت ''محاربہ'' اور ''فتنہ'' تھی۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۵۶ پر)

مولانا محمد ابراہیم فانی
مدرس جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

فریضہ حج

امت مسلمہ کے اتفاق واتحاد کا شاندار مظہر

حج کا تعلق اسلام کے ان بنیادی ارکان کے ساتھ ہے جن پر قصرِ اسلام کی تعمیر کا دارومدار ہے اور یہ ان اساسی ارکان میں سے پانچواں رکن ہے جو کہ بدنی اور مالی عبادت سے مرکب ہے۔ اس کی فرضیت کی دلیل قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔ **وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا. ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین** ۔اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو۔ اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے پھر اللہ پروا نہیں رکھتا جہاں کے لوگوں کی اس آیت کریمہ میں مختلف وجوہات سے حج کی تاکید ہے۔ لیکن قابل غور نکتہ اس میں یہاں یہ ہے کہ خداوند جل شانہ نے فرمایا **ومن کفر** اور یوں نہیں فرمایا کہ **ومن لم یحج** جس میں تارک حج کے بارے میں تغلیظ اور تشدید مقصود ہے اس لئے حدیث شریف میں جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ **من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یھود یا او نصرانیاً** ۔ یعنی جو مسلمان اس حالت میں فوت ہوا کہ باوجود استطاعت کے اس نے حج ادا نہیں کیا تو جیسے چاہے مرجائے یہودی ہو یا نصرانی ہو۔ تارک حج کے بارے میں یہ انتہائی سخت وعید ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جو لوگ صاحب استطاعت ہوں وہ یہ فریضہ ضرور ادا کریں یا اصحاب استطاعت تو ہوں۔ لیکن ضعف و کمزوری یا کبر سنی کی وجہ سے اس فریضہ کی ادائیگی سے قاصر ہوں۔ تو ان کیلئے شریعت مطہرہ نے حج بدل کی گنجائش رکھی ہے یعنی اپنی جگہ کسی دوسرے شخص کو حج کی ادائیگی کیلئے بھیج سکتا ہے۔

فضائل حج کے بارے میں بکثرت روایات احادیث کی کتب میں موجود ہیں۔ یہاں پر چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس اہم فریضہ سے کسی طور پر بھی غفلت نہ برتی جائے۔ صحیحین میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے **قال رسول اللہ ﷺ من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ** یعنی آپ نے فرمایا۔ کہ جو شخص اللہ کیلئے حج کرے فحش کو ارتکاب کرے اور نہ فسق میں مبتلا ہو تو وہ ایسا واپس آتا ہے جیسا کہ اس کو اس کی ماں نے جنا تھا اور آپ ہی سے دوسری روایت ہے **العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما والحج المبرور لیس لہ**

جزاء الا الجنه ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کفارہ ہے اس کا جوان کے درمیان ہوا اور حج مقبول کا بدلہ جنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے حضرت ابوھریرہؓ کی روایت میں ہے کہ الحاج والعمار وفد اللّٰہ ان دعوہ اجابھم وان استغفروہ غفرلھم ابن ماجه حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر وہ دعا مانگیں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں۔ تو اللہ ان کی مغفرت فرماتا ہے حدیث عبداللہ ابن عمرؓ جو کہ مسند امام احمد میں مذکور ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔

اذلقیت الحاج فسلم علیه وصافحه ومره ان یستغفرلک قبل ان یدخل بیته فانه مغفورله۔

جب تم حاجی سے ملاقات کرو۔ تو اس کو سلام کرو۔ اس سے مصافحہ کرو۔ اور اس سے اپنے لئے بخشش کو کہو۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کیونکہ اس کی بخشش کی جاچکی ہے۔

چونکہ آجکل اسلامی تقویم کے اعتبار سے ذی الحجہ کا مہینہ چل رہا ہے۔ اور اس میں اقصائے عالم اور دنیا کے کونے کونے سے مسلمان حج بیت اللہ کی ادائیگی کیلئے حجاز مقدس تشریف لاتے ہیں اور لاکھوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں ہر رنگ نسل قوم زبان اور تہذیب وثقافت کے لوگ شریک ہوتے ہیں ان میں شاہ بھی ہوتے ہیں گدائے بے نوا بھی۔ امیر بھی ہوتے ہیں فقیر بھی بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جوان بھی خواتین بھی ہوتی ہیں اور بچے بھی۔ احرام کے دو کپڑوں میں ملبوس کوئی ان میں فرق نہیں کرسکتا کہ ان میں شاہ کون ہے اور گدا کون۔ تمام احکم الحاکمین کے در کے طواف میں دیوانہ وار مصروف رہتے ہیں۔ ان کو اپنی جان کی فکر ہے اور نہ آرائش وزیبائش کی۔ بس پراگندہ بال اور اپنی دنیا سے بے خبر مناسک حج کی ادائیگی کی طرف ان کو توجہ ہے۔ بہر حال حج مکمل فنائیت کا مظہر ہے اس میں حاجی کی دیوانگی اور وارفتگی وشیفتگی قابل دید ہوتی ہے۔ حدیث میں رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔ الحاج الشعث التفل یعنی حاجی پراگندہ حال اور میلا کچیلا ہوتا ہے یہ آپ ﷺ نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ یارسول اللہ من الحاج۔ قال الشعث التفل. یعنی یارسول اللہ حاجی کی کیا شان ہوتی ہے آپ نے فرمایا۔ پراگندہ حال میلا کچیلا۔ اس طرح حاجی تلبیہ پڑھتا ہے

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک اور یہ تلبیہ کے کلمات درحقیقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی پکار کا جواب ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔

لما فرغ ابراهیم من بناء البیت قال رب قد فرغت فقال اذ ن فی الناس بالحج... قال رب اوما یبلغ صوتی قال اذن وعلی البلا غ قال رب کیف اقول قال قل یا ایها الناس کتب علیکم

الحج حج البیت العتیق فسمعه من بین السماء والارض الاترون انهم یجیئون من اقصی الارض یلبون

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے میرے رب میں تو بناء کعبہ سے فارغ ہوا۔ اللہ نے انہیں فرمایا کہ لوگوں کو حج کا اعلان کیجئے آپ نے (تعجباً) سوال کیا کہ میری آواز ان تمام لوگوں تک کیسے پہنچ جائیگی اللہ نے فرمایا۔ آپ اعلان کیجئے۔ باقی لوگوں تک آپ کی آواز پہنچانا میرا کام ہے پھر ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔ کہ میں کیسے اعلان کروں۔ اللہ نے فرمایا۔ تم کہو کہ اے لوگو آپ پر اللہ کے قدیم گھر کا حج فرض کیا گیا ہے تو یہ آواز آسمانوں اور زمینوں میں سنی گئی۔ اللہ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح کو پہنچا دی۔ آپ نہیں دیکھتے کہ حجاج کرام زمین کے دور دراز اطراف سے حج کیلئے آتے ہیں اور تلبیہ کے کلمات پڑھتے ہیں جس کیلئے حج مقدر تھا اس کی روح نے لبیک کہا۔ پھر اس موقعہ پر سنت ابراہیمی ادا کی جاتی ہے آپ نے جو اپنے جگر گوشے کو ذبح کرنے کے ارادہ اور اللہ کے حکم کے مطابق قربان کرنے کیلئے روانہ کیا۔ یہ بہت بڑی آزمائش تھی اس میں ابراہیمؑ سرخرو ہو گئے اللہ نے ان کو اس عظیم قربانی کے بدلے اتنی بڑی شان سے نوازا۔ کہ تا قیامت جب بھی عید الاضحیٰ کا موقعہ آئیگا ان کی سنت کی تجدید کی جائیگی۔

اسلام ایک آفاقی مذہب تا قیامت باقی رہنے والا دین اور اجتماعیت کا مظہر ہے۔ حج کے موقعہ پر مسلمانوں کا یہ عالمی اجتماع ان کے اندر محبت رشتہ و تعلق اور اخوت پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسلامی اخوت کا یہ بے مثال مظاہرہ دیگر مذاہب میں کہیں نظر نہیں آتا۔ اسلام مسلمانوں کو اتفاق اتحاد اور یکجہتی کا درس دیتا ہے۔ عام با جماعت نماز یں ہوں یا جمعہ و عیدین کا موقعہ۔ ان میں مسلمان اجتماعی طور پر شرکت کرتے ہیں تا کہ یہ اغیار کے مقابلے میں بنیان مرصوص کی طرح مضبوط قوت بن جائیں اور پھر حج کا یہ عالمی اور بین لاقوامی اجتماع اس اجتماعیت کا آخری مرحلہ ہے اگر مسلمانان عالم اپنی اسی اجتماعیت اور اخوت و محبت کو بروئے کار لائیں تو انشاء اللہ وہ کبھی محکوم و مقہور اور مظلوم نہیں رہ گے اور نہ اغیار کی غلامی اور ان کے در کی دریوزہ گری ان کا مقدر ہوگا۔ آج عالم اسلام کی مجموعی زبوں حالی ہمارے ا اعمال کی وجہ سے ہے۔ اب بھی وقت ہے تا کہ ہم اپنے آپ کو پہچانیں۔ اپنے تشخص پر غور کریں اپنی عظمت رفتہ کو ، کریں۔ اسلام کی روح پر عمل کرنے کی سعی کریں۔ پھر اس کا نتیجہ ایک تابناک مستقبل اور بارعب قوم کی صورت میں قوام عالم کے سامنے آشکارا ہوگا۔ وانتم الا علون ان کنتم مومنین

جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

کابل اور اسلام آباد کے دکھوں کی کہانی

چارلس ڈکنز اپنے ناول A tale of Two Cities میں انقلاب فرانس کے بعد کے حالات کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

'' یہ وقت بہت سی اچھائیوں کے ساتھ ساتھ بہت ہی خرابیوں کا موجب بھی ہے'' لیکن پاکستان اور افغانستان کے دارالحکومت اسلام آباد اور کابل، جو کہ انتشار، بدامنی اور بے یقینی کی وجہ سے آج دنیا کے بدنام ترین علاقے بن گئے ہیں اور صرف ''برے حالات'' کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ افغانستان پر امریکی فوجی قبضے کی وجہ سے ملک کا بنیادی ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے، لاکھوں بے گناہ مرد، عورتیں اور معصوم بچے قتل کر دیئے گئے ہیں، کچھ اسی طرح کی صورت حال پاکستان میں بھی ہے، جس میں انسانی خون کے پیاسے ڈرون حملے بھی شامل ہیں، کابل گزشتہ تیس سالوں سے اپنی قومی آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے جبکہ اسلام آباد دہشت گردی کے عفریت سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ ملک میں سول آمریت کے خاتمے اور پائیدار جمہوری نظام کے قیام کی جدوجہد میں مصروف عمل ہے۔ دونوں مقامات پر جاری جدوجہد تیزی سے اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہی ہے۔

اسلام آباد:

حکومت بیک وقت کئی خطرناک محاذوں پر مصروف عمل ہے، ان میں پہلا محاذ عدلیہ کے ساتھ محاذ آرائی ہے جس میں حکومت کا بنیادی مقصد این آر او سے فیض یاب ہونے والے اکابرین کا تحفظ اور اٹھارویں آئینی ترمیم کو اپنی مرضی کے مطابق منظور کرانا ہے۔ یہ اقدامات عدلیہ کو زیر کرنے کے مترادف ہیں۔ عبوری فیصلہ آچکا ہے جس سے تصادم کا خطرہ ٹل گیا ہے، موجودہ حکومت عوام کے مسائل کو کم کرنے میں ناکام ہو چکی ہے، جس سے عوام کے دلوں میں حکومت کے خلاف نفرت بڑھ رہی ہے، بدعنوانی کا گراف بلندی کی طرف جا رہا ہے جس سے نہ صرف ملک بدنام ہو رہا ہے بلکہ عوام الناس کے مصائب میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے، روزمرہ استعمال کی اشیاء کی قیمتوں میں روز افزوں اضافہ، توانائی کا بحران، لاقانونیت کا دور دورہ اور سب سے بڑھ کر نظام کی تبدیلی کے خدشات نے عوام کو عجیب طرح کے خوف و ہراس میں مبتلا کر رکھا ہے۔ عوام ان حالات میں تبدیلی اور بہتری کے خواہش مند ہیں جبکہ حکومت کے اطوار

سے بہتری کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ اس سلسلے میں حکومتی ارکان کا رویہ ''جمہوری حکمرانی'' کے دعوے کی نفی کر رہا ہے، گزشتہ دہائی کے دوران پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے جاندار کردار ادا کر کے عوام کے دلوں میں عزت واحترام پیدا کیا ہے۔ ملک میں حالات کی بہتری اور بگاڑ سے عوام کو ہر لمحہ باخبر رکھنے کے سلسلے میں میڈیا کے آزادانہ تبصروں اور تفتیشی صحافت کے اعلیٰ معیار نے حکومت اور میڈیا کے مابین خلیج کو مزید وسیع کر دیا ہے جو اچھی علامت نہیں ہے۔ افغانستان سے ملحقہ ہماری سرحدوں پر تصادم کی کیفیت نے پاک امریکہ تعلقات پر برے اثرات مرتب کئے ہیں خصوصاً اس وقت جبکہ قابض فوجیں افغانستان سے نکلنے کے پرامن راستہ کی تلاش میں ہیں، پاکستانی حکومت شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کے حق میں نہیں ہے اور یہی بات پاکستان اور امریکہ کے مابین تعلقات کے بگاڑ کی اصل وجہ ہے جسے پاکستان کی اقتصادی امداد سے منسلک کر دیا گیا ہے۔

بلاشبہ ملک کو انتہائی مشکل نوعیت کی صورتحال کا سامنا ہے لیکن اس کے باوجود نظام کے گرنے کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ ملک کی سلامتی کے ضامن ادارے مثلاً عدلیہ، مسلح افواج، سیاسی حزب اختلاف، میڈیا اور سول سوسائٹی نظام کی تبدیلی کے حق میں نہیں ہیں بلکہ نظام میں بہتری لانے کے متمنی ہیں تاکہ ملک میں پائیدار جمہوری نظام قائم ہو سکے۔

کابل:

کابل ایک تاریخی دوراہے پر کھڑا ہے جس طرح ۱۶۸۳ء میں ویانا (Vienna) جسے یورپ کے قلب کی حیثیت حاصل ہے، جب عثمانیوں نے ویانا کا محاصرہ کر رکھا تھا، جس کے نتیجے میں انہیں بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑا اور اس کے بعد سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوا جس سے عالم اسلام کے زوال کا آغاز ہوا لیکن دوسری عالمی جنگ کے بعد جونہی سامراجی قوتیں کمزور ہوئیں تو بہت سے اسلامی ممالک نے آزادی حاصل کی، خصوصاً روسی افواج کے افغانستان سے پسپائی اور روسی استعمار کے ٹوٹنے کو مغربی دنیا نے اپنے مفادات کے لئے خطرہ سمجھ لیا، اس طرح جو خلا پیدا ہو گیا تھا، اسے پر کرنے کے لئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان جو کہ عالم اسلام کا قلب ہے پر قبضہ کر لیا، افغانستان پر قبضے کا اولین مقصد امریکہ کی ''عالمی حکمرانی اور بالادستی کے دیرینہ خواب کو عملی جامعہ پہنانا تھا مگر افسوس کہ ایسا ممکن نہ ہو سکا، کیونکہ غیور افغانیوں نے جس طرح روس کو شکست فاش دی تھی اسی طرح اکلوتی عالمی سپر پاور اور اس کے اتحادیوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔ چونکہ افغان قوم یہ جنگ جیت چکی ہے، اس لئے خطے اور اپنے ملک میں قیام امن کے خدوخال مرتب کرنے کی ذمہ داری انہی کی ہے اور وہ اس کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، تاریخ کے اس دوراہے پر کابل اور دیانہ میں تاریخی مماثلت پائی جاتی ہے، کیونکہ ویانا میں عالم اسلام کی پھیلتی ہوئی طاقت شکست سے دوچار ہو کر زوال پذیر ہوئی تھی اور تین سو سال کے بعد اب افغانستان کی سرزمین سے دوبارہ اس کی نشاۃ ثانیہ کے دور کا

آغاز ہو رہا ہے، تہذیبوں کا عروج و زوال ایک حقیقت ہے جو ''تہذیبوں کے ٹکراؤ'' کے نظریے کی نفی کرتا ہے بلکہ اس کے برعکس مختلف تہذیبیں ایک دوسرے سے تہذیب کے آداب سیکھتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں۔

افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادی یورپی یونین اور بھارت کو کئی محاذوں پر شرمناک شکست کا سامنا ہے اور وہاں سے پرامن طور پر نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا۔ افغانستان کے ۸۰ فیصد علاقے طالبان کے کنٹرول میں ہیں اور قابض فوجوں کا کنٹرول صرف اہم فضائی اڈوں، روابطی مراکز اور کابل وقندھار کی چھاؤنیوں تک محدود ہے۔ امریکہ کی افپاک سٹریٹیجی مکمل طور پر ناکام ہوچکی ہے۔ جس کا مقصد فوجوں کی تعداد اور ڈرون حملوں میں اضافے سے اپنی پوزیشن کو مضبوط بنا کر طالبان کو اپنی شرائط پر مذاکرات کرنے پر مجبور کرنا تھا، جبکہ طالبان مذاکرات سے قبل قابض فوجوں کے انخلاء کی واضح یقین دہانی کا مطالبہ کررہے ہیں، طالبان میں پھوٹ ڈالنے کے تمام ہتھکنڈے ناکام ہوچکے ہیں، اب طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ افغانستان کے پڑوسی ممالک پاکستان، ایران، روس، امریکہ کیلئے بیرونی محاذ کا روپ دھار چکے ہیں۔ ایڈمرل پیٹریاس کی پاکستان کو ڈرانے دھمکانے کی حکمت عملی ناکام ہوچکی ہے کیونکہ پاکستان نے واضح انداز میں کہہ دیا ہے کہ مستقبل میں اس قسم کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ ایران پر گزشتہ کئی سالوں سے امریکہ ناجائز دباؤ ڈال رہا ہے جس کی وجہ سے ایران نے پڑوسی ممالک سے افغانستان میں اسلحے کی سمگلنگ پر اپنی آنکھیں بند کررکھی ہیں۔ اسی طرح روس نے 2004-05 سے اسلحہ اور گولہ بارود کے سمگلروں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے، اس کی وجہ امریکہ کی طرف سے جارجیا، یوکرائن اور کرغزستان میں انقلاب کو ہوا دینا اور انقلابیوں کی سرپرستی ہے۔ ان اہم پڑوسی ممالک کا امریکہ کے خلاف رویہ سخت انداز اختیار کرتا جارہا ہے جس سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے چہروں پر مایوسی کے واضح آثار نظر آرہے ہیں۔

واشنگٹن:

امریکہ کو اندرون ملک بھی سخت سیاسی دباؤ کا سامنا ہے جس طرح فرانس کو ویتنام میں پیش آئی تھی، اور وہ جنگ پیرس میں ہار گیا تھا۔ پینٹاگون اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں افغانستان کی عسکری و سیاسی حکمت کے حوالے سے تضادات پائے جاتے ہیں، صدر کے مشیر برائے سیکورٹی جیمس جونز (James Jones) اقتصادی امور کے مشیر اور تذویراتی منصوبہ بندی کے مشیروں کا استعفیٰ اسی سلسلے کی کڑی ہے، جبکہ رائے عامہ جنگ کے خلاف ہوچکی ہے اور ۶۵ فیصد لوگ افغانستان سے فوجوں کی واپسی کا مطالبہ کررہے ہیں، اقتصادی صورتحال دن بدن خراب سے خراب تر ہوتی جارہی ہے جس سے عام امریکی شہری کی زندگی پر برے اثرات مرتب ہورہے ہیں، امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ ہیلری کلنٹن کے بیان کے مطابق پاکستان اور امریکہ کے درمیان تذویراتی مذاکرات کا مقصد افغان مسئلے کا پرامن حل

تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر کئی اہم معاملات پر بھی گفت وشنید کرنا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ

''امریکہ طالبان کے ساتھ بات چیت میں اس بات کی یقین دہانی کرانا چاہتا ہے کہ اگر وہ القاعدہ کے کارکنوں کو اپنی صفوں سے نکال دیں تو افغان معاشرے کی دوبارہ تشکیل کی کوششوں میں تعاون کیا جائے گا اور طالبان کو ان کا حصہ ملے گا۔''

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بیرونی طاقتوں کے ہاتھوں افغان معاشرہ تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ جہاں لاقانونیت کا دور دورہ ہے، اس ملک کے عوام کو پھر سے یکجا کرنا اور معاشرے کو تشکیل دینا امریکہ جیسے شکست خوردہ ملک کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ کام صرف ملا عمر کی زیر سرپرستی طالبان ہی سرانجام دے سکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء تک کر کے دکھایا تھا۔ اس قسم کی امریکی سوچ سے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ سٹریٹیجک مذاکرات فروعی معاملات تک ہی محدود رہیں گے۔ ہاں اگر ڈرون حملے بند ہو جائیں اور پاکستان میں سیلاب زدگان کی بحالی کے لئے دو بلین ڈالر فوری طور پر فراہم کر دیئے جائیں تو امریکہ پاکستانی عوام کے دل جیت سکے گا، نہ کہ یہ رقم کہ جس کا وعدہ جنگی سازوسامان کے لئے ہے اور وہ بھی آج سے دو سال بعد شروع ہوگا، عوام کے مصائب کا مداوا نہیں ہے۔ افغانستان سے نکلنے کی یقین دہانی اور طالبان سے مذاکرات پر آمادگی جیسے معاملات زیر بحث لائے جاتے تو ان مذاکرات کو بامقصد بنایا جاسکتا تھا، اب ان مذاکرات کا مقصد صرف ڈرا دھمکا کر اور مالی امداد کا لالچ دے کر پاکستان کی وفاداریاں خریدنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اگر امریکہ پاکستان کے ساتھ تعلقات میں بہتری پیدا نہ کر سکا تو ان مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اب وقت آ گیا ہے کہ امریکہ اور اسکے اتحادی اپنی غلطیوں اور انکے نتیجے میں اٹھائی جانے والی ناکامیوں کو کھلے دل سے تسلیم کرلین، الیگزینڈر پوپ نے کیا خوب کہا تھا کہ: ''آدمی کو اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیے۔ بالفاظ دیگر ماضی کی غلطیاں تسلیم کر کے اور ان سے سبق سیکھ کر ہی انسان عقلمند بنتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ میں اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کرنے کی اخلاقی جرات ہے؟

- خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔
- آپ اپنے مضامین ایڈیٹر الحق کے نام بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں۔

email: editor_alhaq@yahoo.com

مولانا محمد حافظ، ناظم مدرسہ وزیرستان

حضرت مولانا نور محمدؒ وزیرستانی کے حالاتِ زندگی اور آپ کی خدمات

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کیلئے

مولانا نور محمد رحمہ اللہ ایک فرشتہ صفت عالم دین تھے، آپ کی علمیت پورے پاکستان میں مسلم تھی، وہ بیک وقت مفسر ومحدث، فقیہ ومؤرخ اور دیگر مختلف النوع صفات کے حامل تھے، آپ کی شخصیت اتنی جامع تھی کہ چند اوراق ان کی خدمات کا احاطہ نہیں کر سکتے، تاہم آپ کی سیرت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ولادت باسعادت اور ابتدائی تعلیم:۔

حضرت مولانا نور محمدؒ دسمبر 1936ء میں گاؤں ملکی بیزن خیل ضلع بنوں میں پیدا ہوئے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مرحوم مولوی نظر محمد عرف خان مولویؒ سے وانا میں حاصل کی، سب سے پہلے قرآن مجید ختم کیا، اس کے بعد فارسی ادب کی مختلف کتابیں مثلاً پنج گنج، گلستان، بوستان، یوسف زلیخا، سکندر نامہ، تحفہ النصائح پڑھیں اور اس طرح فقہ کی چند کتابیں مثلاً منیۃ المصلی، کنز الدقائق، مستخلص، شرح الیاس اور شرح الوقایہ جلد اول پڑھیں، اور اس کے ساتھ ساتھ پرائمری تک عصری تعلیم سرکاری سکول میں حاصل کی۔

آپؒ ہر وقت دینی تعلیم کے حصول میں مصروف رہتے، اس جذبہ تعلیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مختلف علاقہ جات کا سفر کیا، پہلے پہل علم کی تحصیل کے لئے 1948ء میں کانیگرم کا سفر کیا اور وہاں مختلف قسم کی دینی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد دو سال ضلع بنوں کے ایک گاؤں تزیری بیزان خیل میں گذارے اور وہاں صرف ونحو کی مشہور کتابیں پڑھیں، یہ اس وقت کی بات ہے کہ مستقل مدارس نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ کرام مختلف علاقہ جات کا سفر کرتے اور جہاں کسی مسجد کے امام صاحب کو کسی فن میں ماہر پاتے، وہاں تعلیم حاصل کرتے اور کبھی کبھار اس مسجد میں جگہ نہ ملتی، تو کسی دوسری جگہ اقامت اختیار کرتے اسباق کی خاطر روزانہ دو، تین میل پیدل سفر کرتے، اسکے بعد بنوچی قبیلہ کے گاؤں ظالم دلو خیل میں مولانا محب اللہ صاحب کی مسجد میں اصول فقہ اور نحو کی دیگر کتابیں پڑھیں، آخر کار 1951ء میں والد صاحب کے مشورے پر پاکستان کے مشہور دینی مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث تک اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔

الغرض 1955ء میں آپ کی فراغت اسی مدرسہ قاسم العلوم سے ہوئی اور دورۂ حدیث کے امتحان میں

نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

مطالعہ کا شغف:۔

مولانا نور محمدؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ جب ہم نے قاسم العلوم میں داخلہ لیا، تو اس سال حضرت قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ کی بحیثیت مدرس تعیناتی ہوئی، وہ بہت مشفق استاد تھے اور خاص کر پشتون طلبہ کے ساتھ انتہائی زیادہ محبت والفت سے پیش آتے۔

ایک دن حضرت مفتی محمودؒ نے ''درس خیالی'' میں تمام طلبہ کرام سے فرمایا کہ کل کے سبق میں خیالی کے حاشیہ میں دو غلطیاں ہیں، آپ حضرات محنت کر کے ان کی نشاندہی کریں، جاننا چاہیئے کہ علم العقائد میں ''خیالی'' ایک مشکل ترین کتاب سمجھی جاتی ہے، اس کے بہت سے حواشی تحریر کئے گئے ہیں مثلاً قل احمد کا حاشیہ، علامہ احمد جند کا حاشیہ وغیرہ، لیکن علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے تو حاشیہ لکھ کر ''خیالی'' کا حق ادا کیا ہے، اس وجہ سے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خیالات خیالی پس بلند است نہ ایں جا جائے قل احمد، نہ جند است
ولے عبدالحکیم از فکر عالی بحل آرد خیالات خیالی

میں نے کوشش کر کے ایک غلطی کی نشاندہی کی لیکن دوسری غلطی معلوم نہ کر سکا، دوسرے دن درس شروع کرنے سے پہلے حضرت مفتی صاحبؒ نے طلبہ کرام سے فرمایا کہ کن کن طلبہ نے حاشیہ کی غلطیاں معلوم کی ہیں، پس میں نے ایک غلطی کی نشاندہی کی اور دوسری غلطی کی نشاندہی حضرت شیخ موسیٰ خان صاحبؒ نے کی (یہ دونوں ہم جماعت تھے) حضرت مفتی صاحبؒ نے ہم دونوں کی تصویب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی سوال ہم سے حضرت مولانا عجب نور صاحبؒ بنوی نے ''خیالی'' پڑھاتے وقت کیا تھا اور اس وقت میں نے (حضرت مفتی محمودؒ) ان دونوں غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔

معاشرتی خدمات:۔

اگر اس وقت کے حالات کا جائزہ لیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ وزیرستان اس وقت معاشرتی لحاظ سے انتہائی خراب صورت حال سے دوچار تھا، دینی و دنیاوی تعلیم کا فقدان تھا، غلط اعتقادات نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، خوشی و غم کے موقع پر شریعت، اقتصادی بدحالی نے ناگفتہ بہ صورت اختیار کی ہوئی تھی۔

ان حالات میں معاشرہ کی اصلاح کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، لیکن جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کی دست غائب سے رہنمائی اور مدد فرماتے ہیں۔

آپؒ نے معاشرتی لحاظ سے جس چیز کے متعلق کمی محسوس کی، اس کا ازالہ کیا اور حتی الوسع کوشش کی کہ معاشرہ کو دینی، دنیاوی اور معاشی و معاشرتی لحاظ سے راہ راست پر لایا جائے۔

مولانا نور محمد کی تعلیمی خدمات:۔

مولانا صاحبؒ کے بچپن کے زمانہ میں پورے وزیرستان میں صرف چند تعلیم یافتہ حضرات تھے، اس کے علاوہ تعلیم کا نام ونشان تک نہ تھا، مستند علماء کرام میں صرف مولانا شمس الدینؒ اور مولانا غلام اللہؒ تھے، اگر چہ کچھ دیگر مستند علماء کرام بھی موجود تھے، لیکن ان کا تعلق وزیر قوم سے نہ تھا۔

تاہم مولانا نور محمدؒ نے اپنے وعظ وتقاریر کے ذریعے لوگوں پر واضح کیا کہ تعلیم ہی ایک واحد ذریعہ ہے، جس کی بدولت انسان دینی ودنیاوی ترقی حاصل کرسکتا ہے، تعلیم ہی کی برکت سے انسان وحشیانہ زندگی سے نکل کر انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوسکتا ہے، آخر کار لوگوں میں تعلیم کا رجحان پیدا ہونے لگا اور عوام دینی ودنیاوی تعلیم سے بہرور ہونے لگے، حالانکہ ایک زمانہ تھا کہ پورے وزیرستان میں کوئی بھی خط لکھنے والا اور پڑھنے ولا نہ تھا، جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے دور دراز سے علماء کرام کو بلایا جاتا، اگر چہ وہ بھی معمولی درجہ کے علماء ہوتے، مولانا نور محمدؒ کی برکت سے آج پورا وزیرستان علم کی عظیم نعمت سے مالا مال ہے، تمام قبائل میں یہ قبائلی علاقہ (جنوبی وزیرستان) ہر لحاظ سے ترقی پذیر ہے، سینکڑوں کی تعداد میں اسلامی مدارس اور سکول وکالج قائم ہیں اور تقریباً یہ علاقہ تعلیمی لحاظ سے خود کفالت کی طرف گامزن ہے، اس سلسلہ میں مولانا نور محمدؒ نے کافی عرصہ سے اپنے عظیم مدرسہ دارالعلوم وزیرستان وانا میں دینی وعصری دونوں علوم کو لازم قرار دیا ہے اور اس کے بیش بہا فوائد سامنے آچکے ہیں اور آرہے ہیں، اب تک ہزاروں کی تعداد میں اس مدرسہ سے طلبہ کرام فیضیاب ہوچکے ہیں اور فیضیاب ہورہے ہیں، گویا کہ مولانا نور محمدؒ کا مدرسہ تمام دیگر علاقائی مدارس کے لئے ایک بنیادی کی حیثیت رکھتا ہے، اس طرح 2000ء میں مدرسۃ البنات جامعہ دارالعلوم وزیرستان وانا کی بنیاد ایک عظیم پیش رفت تھی، وزیرستان میں مدرسۃ البنات کے قیام سے پہلے بیٹیوں کے متعلق یہ کہاوت مشہور تھی کہ ''بیٹی پرایا دھن ہے''، یعنی وہ توجہ کی زیادہ حقدار نہیں، لیکن الحمدللہ آج کل فضا یکسر بدل رہی ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ جب ماں، بیوی، بیٹی اور بہو تعلیم یافتہ اور نیک بن جائیں، تو پورا معاشرہ راہ راست پر آجاتا ہے، الحمدللہ گذشتہ سال 2009ء میں مدرسۃ البنات کی طالبات کی تعداد 1800 تھی، مناسب دارالتدریس اور دارالاقامہ نہ ہونے کی وجہ سے طالبات کی تعداد میں کمی کی گئی تھی، امسال ہر قسم کی سہولیات سے آراستہ دارالتدریس زیر تعمیر ہے، جسکی وجہ سے طالبات کی تعداد اور بڑھ جائیگی، مدرسۃ البنات میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ F.Sc تک عصری تعلیم کا باقاعدہ انتظام کیا گیا ہے، جس کے لئے قابل اور کوالیفائڈ سٹاف کا انتخاب کیا گیا ہے، جو لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے سے انہیں اسباق پڑھاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ سکل سنٹر کا انتظام بھی کیا گیا ہے، جس میں طالبات کو کپڑوں کی

سلائی وغیرہ سکھائی جاتی ہے، بہرحال مدرسہ کے منتظمین ہر ممکنہ کوشش کررہے ہیں کہ ان طالبات کی ضروریات کی تکمیل احسن طریقے سے ہوسکے اوران کی تعلیم میں کسی قسم کا سقم باقی نہ رہے ، اللہ تعالیٰ ان نیک مقاصد کی تکمیل آسان فرمائیں اورترقی کے مزید مواقع نصیب فرمائیں۔

غلط اعتقادات کی اصلاح:۔

مولانا صاحبؒ کی اصلاحی خدمات میں سے سب سے بڑی خدمت غلط اعتقادات کی اصلاح تھی ،لوگ زیارتوں (قبروں) پر جاکر بیوی اور بچے مانگتے تھے،قبروں پر جانور ذبح کرتے ،گھروں میں جنازہ اٹھانے سے پہلے ہوائی فائرنگ کی جاتی ،اس کے علاوہ کسی کے گھر میں فوتگی ہوجاتی تو اس گھر میں کئی روز تک کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا جاتا۔بہرحال خوشی کا موقع ہوتا یاغم کا،کوئی بھی غلط رسم ورواج سے خالی نہ تھا،مولانا صاحب نے ہرممکن کوشش کرکے منبرومحراب اور مختلف قسم کی تالیفات کے ذریعے معاشرہ کی اصلاح کی ،جس کی وجہ سے بری رسومات کا خاتمہ ہوا،اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی ذات کوذریعہ بناکران تمام رسوم ورواجات کاقلع قمع کیا۔

شرعی احکام میں کوتاہی کا خاتمہ:۔ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ دینی تعلیم سے بے خبر تھے،اس لئے اکثرلوگ عبادات غلط طریقوں سے ادا کرتے تھے،دوران سفر اگرکسی کوغسل جنابت کی ضرورت پیش آتی تو تیمم سے بےخبری کی وجہ سے کسی دھاگےکوگرہ لگاتا ،پھر جب پانی ملتا تو اتنی مرتبہ غسل کرتا ،بہت ہی کم تعداد میں لوگ نماز جمعہ پڑھتے ،اس طرح دیگرعبادات کا یہی حال تھا۔بہرحال مولانا صاحب کی کوششوں سے پورے معاشرہ میں اسلامی فضاء کی روشنیاں چاروں طرف پھیل گئیں،اوریوں پورامعاشرہ صحیح عبادات کی ادائیگی کی وجہ سے راہ راست پرآگیا۔

اقتصادی بدحالی کا خاتمہ:۔ مولانا صاحبؒ کے ابتدائی دورمیں وزیرستان کی معاشی حالت انتہائی ابتر تھی،لوگ صرف جواورمکئی پرگذارہ کرتے تھے، چنے اور باجرہ کے آٹے سے پیٹ بھر کر کھانا امیرلوگوں کا کام تھا،اس وقت کے عقل مندلوگ کہا کرتے تھے کہ وزیرستان وانا میں جواورمکئی کے علاوہ اور فصل اچھے طریقے سے نہیں ہوتی ،لیکن مولانا نورمحمدؒ کی شب وروز کی محنت سے علاقہ کومعاشی استحکام نصیب ہوا،اورآپؒ ہی کے وعظ ونصیحت کی بدولت لوگوں نے مختلف قسم کے میوہ جات کے باغات لگائے ،جن کی بدولت آج وزیرستان وانا میوہ جات کی وجہ سے مشہور ہےاوراس طرح مولانا صاحبؒ نے حلال تجارت کے فضائل بیان کرکے لوگوں میں تجارت کا جذبہ اجاگر کیااوراس وجہ سے پورے علاقہ میں معاشی خوشحالی کا دوردورہ ہوا ۔

مولانا نورمحمدؒ صاحب کے تصانیف:۔ مولانا نورمحمد صاحبؒ کی مشہورتصانیف یہ ہیں۔

(1) جدید فقہی رسائل ومسائل (2) علوم الانبیاء اورتسخیر کائنات

(3) داڑھی کے دینی و دنیاوی فوائد (4) جہاد افغانستان
(5) رمضان شریف میں انجکشن لگوانے کا حکم (6) زکوۃ وعشر کے معرکۃ الآراء مسائل
(7) اسلامی انقلاب اور جہاد اسلام (8) ایضاح المقال فی رؤیۃ الھلال
(9) منشیات کی تباہ کاریاں (10) شجرکاری کے فوائد شریعت اور سائنس کے آئینہ میں
(11) مشترکہ خاندانی نظام اور شرعی حجاب (12) جمہوریت عقل ونقل کے آئینہ میں

بہر حال کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں، جس میں مولانا صاحبؒ کی خدمات روز روشن کی طرح عیاں نہ ہوں، ان تمام حالات وواقعات سے واضح ہوا کہ مولانا صاحبؒ کی طرح عظیم شخصیات صدیوں میں کبھی کبھار پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ آپؒ کے انوارات وبرکات تا قیامت پورے علاقہ بلکہ پورے اہل اسلام پر جاری وساری رکھے۔

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ بمطابق 23 اگست 2010ء کو یہ عظیم ہستی درس قرآن سے فراغت کے بعد اپنی مسجد کے صحن میں خودکش دھماکہ سے شہید ہوئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اللہ تعالیٰ آپؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام نصیب فرمائیں۔ امین ثم آمین۔

بقیہ صفحہ نمبر ۴۴ سے (علت القتال کیا ہے؟ کفر؟ شوکت کفر؟ یا محاربہ؟ ....)

رومیوں سے جنگ کا حکم دینے والی انہی آیات کے سلسلہ میں آگے جا کر وہ آیت آتی ہے جو اس موقف کی ایک دلیل کے طور پر پہلے ذکر کی گئی ہے: یاأیھا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظة

اے ایمان والو! ان کافروں سے، جو تمہارے قریب ہیں، جنگ کرو اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں۔

گذشتہ تفصیل کی روشنی میں آیات کا سیاق بالکل یقینی طور پر واضح کرتا ہے کہ آیت کے نزول کے وقت اصلا "الذین یلونکم من الکفار" سے مراد یہی رومی طاقتیں ہیں جو عرصے سے محاربہ کر رہی تھیں اور جن کے خلاف جنگ پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا کہ اس سے مراد روم والے ہیں۔ مفسرین نے اسی کے اصل معنی یہی لیے ہیں۔ یہ کوئی ایسا اصول نہیں بتایا یا جا رہا تھا جس کی رو سے مسلمانوں پر اپنے قریب کی غیر مسلم حکومتوں سے جنگ کرنا ہمیشہ اور بغیر کسی سبب کے ضروری قرار پائے۔ ہاں اگر کوئی اس سے اور ان دونوں آیتوں سے قیاس کے طور پر یہ استدلال کرے کہ جو علت روم والوں سے جنگ کرنے کی موجب بنی تھی وہ علت جن ''کفار'' میں بھی پائی جائے گی اور جب بھی پائی جائیگی ان سے جنگ مسلمانوں پر فرض ہوگی تو یہ قیاس بالکل صحیح ہوگا۔ پھر ان اسباب کی تحقیق میں تاریخی طور پر یہ طے ہے کہ روم کی حکومت اور اس کی تابع ریاستیں صرف محارب ہی نہیں تھیں بلکہ اسلامی ریاست کے لئے ایسا شدید خطرہ بنی ہوئی تھیں کہ اگر ان کو ذرا نظر انداز کیا جاتا تو اسلام اور اسلامی ریاست کا وجود ہی خطرے میں پڑ جاتا۔ (جاری ہے)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کیلئے دعائے صحت کی اپیل:

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ گزشتہ ایک ماہ سے صاحب فراش ہیں۔ آپ راولپنڈی کے ایک نجی ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ حضرت مولانا مدظلہ کو شوگر اور تیز بخار میں شدت کے باعث ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا۔ الحمدللہ ملک بھر کے علماء، طلباء، فضلاء اکابر و کارکنان جمعیت کی دعاؤں سے تادم تحریر مولانا کو افاقہ ہو رہا ہے اور ہسپتال سے گھر آ گئے ہیں۔ معمولات زندگی سے تعلق رکھنے والے مختلف شخصیات، سماجی علمی اور سیاسی علماء کرام کی طرف سے دعاؤں اور عیادت کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی دوبارہ بطور مرکزی نائب صدر وفاق المدارس تقرری:

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے انتخابات میں متفقہ طور پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کو صدر وفاق اور حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کو ناظم اعلیٰ کا انتخاب کچھ عرصہ قبل ہوا، جس کے بعد حضرت صدر محترم نے ناظم اعلیٰ کے مشورہ سے شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق کو آئندہ مدت کے لئے دوبارہ مرکزی نائب صدر وفاق المدارس العربیہ نامزد فرمایا۔ جس کے لئے جامعہ حقانیہ کے جملہ منتظمین اکابرین وفاق کے مشکور ہیں۔

حضرت مولانا مطیع الرحمٰن کی آمد اور تعاون:

شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنیؒ کے قریبی عزیز اور عباسی خاندان کے معزز چشم و چراغ حضرت مولانا مطیع الرحمٰن عباسی گزشتہ ہفتہ اپنے مادر علمی جامعہ حقانیہ تشریف لائے، حضرت مولانا اور ان کے بھائی حضرت مولانا عباد الرحمٰن و دیگر برادران بچپن سے لیکر جوانی تک زندگی کا اہم حصہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ کے زیر تربیت جامعہ حقانیہ سے فراغت حاصل کر کے اب کراچی کے کلفٹن جیسے پوش علاقے میں جامعہ قرطبہ اور بعض دیگر اہم دینی ادارے قائم کر کے کراچی کے جدید علوم سے آراستہ اصحاب اور دینی علوم کے طلباء ان کے فیض اور تربیت سے مستفید ہو رہے ہیں۔ بقول مولانا حقانیہ آ کر جو سکون ملتا ہے حرمین کے علاوہ اور کہیں ایسا روحانی ماحول واطمینان بمشکل حاصل ہوتا ہے، اسی وجہ سے آٹھ روز اپنے روحانی مرکز میں مقیم رہے، اس دوران اپنے کراچی کے مدرسہ اور مسجد سے متعلق اصلاحی کمیٹی نے صوبہ خیبر پختونخوا کے متاثرین کے لئے جو نقد تعاون جمع کیا تھا انہوں نے خود اکوڑہ خٹک، جہانگیرہ، پیر پیائی، نوشہرہ، اضاخیل جا کر بعض مستحقین کی امداد کی۔ اور دارالعلوم کی بھی کئی امور میں معاونت کی۔ رب العزت جامعہ حقانیہ کے جملہ فضلاء کو ان کے نقش قدم پر چلتے

ہوئے اپنے اس علمی روحانی مرکز کی ترقی کیلئے اپنے مساعی وقف کرنے کی توفیق دے۔ حضرت مولانا مطیع الرحمٰن وقتاً فوقتاً جامعہ کے اساتذہ، شیوخ اور مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور نائب مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق اور دیگر اساتذہ کی صحبتوں سے مستفید ہوئے۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تعلیمی کمیٹی سمیت شیوخ واساتذہ کا اجلاس: جامعہ حقانیہ کے سالانہ تعلیمی سال کے ابتداء اور پھر دو ہفتے بعد دوبارہ اساتذہ کے تعلیمی کمیٹی سمیت جملہ شیوخ واساتذہ کا اجلاس مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوئے۔ جو کہ کئی گھنٹے جاری رہے۔ نائب مہتمم حضرت مولانا محمد انوار الحق مدظلہ نے مجلس میں زیر بحث آنے والے اہم امور اور مسائل شرکاء کے اجلاس کے سامنے رکھے۔ ہر تجویز پر تفصیلی بحث اور اہم فیصلے کئے جس میں زیادہ تر امور میں اہم ترین مسئلہ طلباء کی تعلیمی معیار میں مزید ترقی اور اخلاقی تربیت کی طرف توجہ کی ضرورت پر زور اور اس کے لئے ضروری فیصلے کئے گئے۔ امسال کے وفاق اور جامعہ حقانیہ کے اپنے سالانہ نتائج سامنے رکھ کر ہر کلاس اور اساتذہ کی کارگری کا جائزہ لیا گیا۔ وفاق اور دارالعلوم کے نتائج پر اطمینان کا اظہار ہوا۔

فرانسیسی صحافی کی دارالعلوم آمد: موجودہ ملکی اور عالمی حالات کے تناظر میں فرانسیسی صحافی گزشتہ دنوں دارالعلوم تشریف لائے۔ انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا اور یہاں پر درس وتدریس اور تعلیمی ماحول کا جائزہ لیا اور یہاں کے پُرامن تعلیمی ماحول سے بڑے متاثر ہوئے، بعد میں انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے مختلف ملکی اور عالمی حالات وموضوعات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔

الشریعہ اکادمی کے زیر اہتمام درس نظامی کے فضلاء کے لئے

خصوصی تربیتی کورس

(محرم الحرام تا رجب المرجب ۱۴۳۲ھ)

زیر نگرانی: مولانا ابو عمار زاہد الراشدی

مضامین:

- حجۃ اللہ البالغہ کے منتخب ابواب
- مسلم افکار وتحریکات
- تقابل ادیان ومذاہب
- جدید مغربی فکر وفلسفہ
- سیاسیات، معاشیات اور نفسیات کا تعارفی مطالعہ
- انگریزی وعربی زبانیں
- کمپیوٹر سائنس
- مطالعہ اور تحقیق وتصنیف کی تربیت

(ضروری کوائف اور اسناد کی نقول کے ہمراہ درخواستیں ۱۰ ذی الحجہ تک بھیج دی جائیں۔ داخلہ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی ضروری ہے)

الشریعہ اکادمی۔ ہاشمی کالونی کنگنی والا گوجرانوالہ۔ 0313-7542494 - 0302-6762399

خصوصی رپورٹ : حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی،
سیکرٹری جنرل جے یو آئی پاکستان

قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ بلا مقابلہ جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مرکزیہ منتخب ہوگئے

جمعیۃ کے مرکزی اور صوبائی انتخابات

جمعیۃ علماء اسلام کی رکنیت سازی کا عمل مکمل ہونے اور ماتحت تنظیموں کے انتخابات کے بعد جمعیۃ کے مرکزی ناظم انتخابات جناب میاں محمد عارف ایڈووکیٹ کی دعوت پر جمعیۃ صوبہ پنجاب اور مرکز کے انتخابی اجلاس بالترتیب 20 اور 21 اکتوبر 2010 بروز بدھ اور جمعرات کو جامع مسجد خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور میں منعقد ہوئے اور مجلس عمومی کے ارکان نے بھرپور طور پر ان میں شرکت کی، کاروائی ارسال خدمت ہے۔

صوبائی انتخابات: 20 اکتوبر کو بعد از نماز عشاء پنجاب جمعیۃ علماء اسلام مجلس عمومی کا اجلاس منعقد ہوا۔ صوبائی امیر حضرت مولانا بشیر احمد شاد ملک سے باہر ہونے کے باعث شریک نہ ہوسکے۔ قائم مقام صوبائی امیر حضرت مولانا مخدوم منظور احمد نے صدارت کی۔ راقم نے بطور صوبائی جنرل سیکرٹری اجلاس کی کارروائی کا آغاز کیا۔ اور مجلس عمومی سے خطاب کرتے ہوئے درخواست کی کہ وہ آئندہ مدت کیلئے بہتر قیادت کا انتخاب کریں۔ بعدازاں انتخابات کی نگرانی جناب میاں محمد عارف صاحب نے کی۔ اور مجلس عمومی نے بالاتفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی کو صوبائی امیر اور حضرت مولانا محمد رمضان علوی کو صوبائی جنرل سیکرٹری منتخب کیا۔ اور امیر کو اختیار دیا کہ منتخب جنرل سیکرٹری سے مشورہ کرکے وہ صوبائی مجلس عاملہ کی تکمیل کریں۔ انتخابات کے بعد صوبائی امیر محترم نے مجلس عمومی سے خطاب کیا۔ اور اجلاس کے مہمان خصوصی جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری نے کارکنوں اور منتخب قیادت سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت کو اکابر کے طرز پر منظم کرنے کیلئے تلقین فرمائی اور اختتامی دعا فرمائی۔

مرکزی انتخابات: 21 اکتوبر بروز جمعرات کو پورے ملک سے آئے ہوئے مجلس عمومی کے نمائندوں کا اجلاس اسی مقام پر منعقد ہوا۔ قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی نے صدارت فرمائی۔ سٹیج سیکرٹری کے طور پر احقر نے کارروائی کو آگے بڑھایا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد ملک بھر سے آئے ہوئے نمائندگان کی طرف سے منتخب حضرات نے اپنے اپنے علاقوں میں جمعیت کی کارکردگی، رکنیت سازی اور تنظیمی صورتحال کا جائزہ پیش کیا۔ اور پھر جمعیت کے مرکزی انتخابات کے مرحلے کا آغاز جناب میاں محمد عارف ایڈووکیٹ نے بحیثیت مرکزی ناظم انتخاب کیا۔

مرکزی امیر کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق کا اسم گرامی تجویز ہوا اور پوری مجلس عمومی نے انتہائی جوش اور

ولولہ سے بالاتفاق بلا مقابلہ حضرت مولانا سمیع الحق کو جمعیت کا مرکزی امیر منتخب کیا۔ جمعیت کے ناظم عمومی کیلئے مجلس عمومی کی طرف سے تجویز کردہ حضرات میں سے جناب میاں محمد عارف ایڈووکیٹ جناب مولانا سیف الرحمٰن درخواستی، جناب مولانا شاہ عبدالعزیز مجاہد، اور راقم الحروف عبدالرؤف فاروقی کے درمیان مجلس عمومی کی رائے لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ انتخابات کے لئے رائے شماری کی ذمہ داری مولانا سید محمد یوسف شاہ اور مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی، جناب اکرام اللہ شاہد، مولانا نجم الدین درویش اور مولانا قاری سعید الرحمٰن کے سپرد کی گئی۔ ان حضرات نے نماز ظہر کے بعد بڑی تدبیر اور حکمت عملی سے رائے شماری کا طریقہ طے فرمایا۔ اور مجلس عمومی کے تمام ارکان نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اپنا ووٹ استعمال کیا۔ اور اس طرح ووٹوں کی گنتی کے بعد اس انتخابی عمل کے نگرانی حضرت مولانا یوسف شاہ صاحب نے راقم الحروف عبدالرؤف فاروقی کو جمعیت کے اس عہدہ پر کثرت رائے سے کامیاب قرار دیا۔ اور پھر مجلس عمومی نے حسب روایت امیر مرکزیہ حضرت مولانا سمیع الحق کو مجلس عاملہ کی تشکیل کا اختیار دیا۔ راقم کے مختصر خطاب کے بعد امیر محترم نے جمعیۃ کے کارکنوں اور میڈیا کے نمائندوں سے تفصیلی خطاب کیا۔ اور جمعیۃ کی پالیسی اہداف اور سیاسی طرز عمل کے ساتھ ساتھ ملکی اور بین الاقوامی سیاسی صورت پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اجلاس کے اختتام سے پہلے درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔ ــــــ یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے جمعیۃ اور ملک وملت کیلئے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اور ان کی وفات کو جمعیۃ کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ ملک پر امریکی تسلط اور حکمران اتحاد کی طرف سے امریکی حکام کی پیروی کرتے ہوئے ملکی وقار کو مجروح کرنے کی پالیسی پر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ حکومت پاکستان امریکی اتحاد سے فی الفور دستبردار ہو کر تمام پالیسیاں قومی وقار اور ملکی سالمیت کے پیش نظر از سر نو ترتیب دیئے۔ پاکستانی حدود میں امریکی طیاروں کی بمباری اور ڈراؤن حملوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے انہیں فی الفور بند کرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ اور پاک فوج سے اپیل کی گئی کہ وہ ملک کی زمین، سرحدوں اور فضا کی حفاظت کا فریضہ ادا کریں۔ بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ اور ان کی قیمتوں میں اضافے، ہوشربا مہنگائی، کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کے واقعات، علماء کرام کے قتل، مساجد ومزارات پر خودکش دھماکوں اور امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو حکومت کی ناکامی قرار دیتے ہوئے وزرات داخلہ کو اس کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے فوری اقدامات کرے۔ ــــــ اجلاس حضرت امیر مرکزیہ کی دعا پر ختم ہوا اور امیر محترم نے حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری برکاتہم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جمعیۃ کی نئی صف بندی میں اس مرکز کی برکات کے شامل رہنے کی دعا فرمائی۔

محترم! میں نے 25 اکتوبر۔ سوموار کو حضرت مولانا عبدالخالق صاحب ہزاروی، حضرت مولانا محمد رمضان علوی اور حضرت مولانا محمود الحسن بالاکوٹی کے ہمراہ اکوڑہ خٹک امیر محترم کے پاس حاضری دی، مولانا سمیع الحق صاحب مسلسل بخار کی کیفیت میں تھے، ملاقات اور عیادت کے بعد ہم صوبہ خیبر پختونخواہ کی صوبائی جمعیۃ کی طرف سے پریس کلب پشاور میں دیئے گئے استقبالیہ میں شریک ہوئے اور پریس کلب کے نمائندوں اور جمعیۃ کے کارکنوں سے خطاب

کیا۔ دوسرے روز 26 اکتوبر کو اسلام آباد اور راولپنڈی کی جمعیۃ کی طرف سے پریس کلب راولپنڈی میں استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں راولپنڈی، اسلام آباد کے تقریباً 300 علماء شریک ہوئے۔ قائد محترم اپنی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔ استقبالیہ تقریب میں شریک علماء سے مولانا سید محمد یوسف شاہ، مولانا حامد الحق حقانی، جناب اکرام اللہ شاہد، مولانا محمد رمضان علوی، دیگر مقامی رہنماؤں اور میں نے خطاب کیا۔ اور جمعیۃ اہل سنت کے امیر مولانا اشرف علی نے دعا فرمائی۔ بعد ازاں راولپنڈی کے ہسپتال میں ہم امیر محترم حضرت مولانا سمیع الحق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مغرب کے بعد امیر محترم کی صدارت میں مشاورتی اجلاس منعقد ہوا، جس میں مولانا عبدالخالق ہزاروی، مولانا محمد رمضان علوی، مولانا سید محمد یوسف شاہ، مولانا حامد الحق حقانی، جناب اکرام اللہ شاہد اور راقم الحروف عبدالرؤف فاروقی نے شرکت کی اور باہمی مشاورت سے مرکزی مجلس عاملہ کی تکمیل کی گئی اور امیر محترم نے تمام عہدوں پر چاروں صوبوں کو نمائندگی دیتے ہوئے مرکزی عہدیداروں کی منظوری دی اور اس طرح الحمدللہ آئندہ کی دستوری مدت کیلئے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے مرکزی ذمہ داران کی نامزدگی کا عمل مکمل ہوگیا۔

مجلس عاملہ مرکزی جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

سرپرست اعلیٰ: شیخ الحدیث حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب کوہاٹ۔ سرپرست: حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری لاہور۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسفندیار خان کراچی، مولانا سید عبیداللہ شاہ اسلام آباد۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کہروڑپکا۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب ژوب۔

امیر: قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب اکوڑہ خٹک، نائب امیر: میاں محمد عارف ایڈوکیٹ گوجرانوالہ۔ نائب امیر: مولانا حافظ حسین احمد مردان۔ مولانا قاری عبدالمنان انور کراچی۔ مولانا بشیر احمد شاد چشتیاں، مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستی راجن پور۔ نجم الدین درویش ژوب،۔ سیکرٹری جنرل: حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی لاہور۔ ڈپٹی سیکرٹری: مولانا مفتی محمد عثمان یار خان کراچی۔ مولانا حامد الحق حقانی صاحب اکوڑہ خٹک، مولانا شاہ عبدالعزیز مجاہد کرک ،ایڈووکیٹ ظہیر الدین بابر لاہور۔ مولانا محمد شفیق دولت زئی قلعہ سیف اللہ۔ سیکرٹری مالیات: مولانا عبدالخالق صاحب اسلام آباد۔ سیکرٹری اطلاعات: مولانا عاصم مخدوم لاہور۔ معاون سیکرٹری اطلاعات: حافظ محمد ایوب ڈیروی پشاور۔ سالار: مولانا فتح محمد چمنی چمن۔ ترجمان جمعیت: مولانا محمد سید یوسف شاہ اکوڑہ خٹک

محترم! جمعیۃ علماء اسلام کی اس نئی صف بندی میں امیر مرکزیہ حضرت مولانا سمیع الحق کی قیادت میں مجھ جیسے چھوٹے آدمی پر ایک بڑی ذمہ داری عائد کی گئی ہے جس سے عہدہ برا ہونے کیلئے مجھے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ دستور میں طے کئے گئے نصب العین کے مطابق ہم ملکر ایک انتھک مخلصانہ جدوجہد کا آغاز کریں تو اس قافلہ حق کو منظم کرنے اور ملکی و بین الاقوامی طور پر جمعیۃ کو ایک عظیم سیاسی قوت بنانے میں ہم اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس کام کیلئے کمربستہ ہوجائیں اور دعاؤں میں خاص طور پر یاد رکھیں۔

والسلام: عبدالرؤف فاروقی (جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام پاکستان) (0300 4731347)

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: فتاوی دارالعلوم کراچی (امداد السائلین) جلد اول افادات: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب
ترتیب وتخریج: مولانا اعجاز احمد حمدانی صاحب، مولانا طاہر اقبال صاحب کل قیمت: ۶۰۰ روپے۔ رعایتی قیمت: ۳۰۰
صفحات: 544 ناشر: ادارہ دارالمعارف کراچی

حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ اسم بامسمٰی ہیں اور کیوں نہ ہو، آپ کا نام حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے رکھا تھا۔ آپ نے علمی، روحانی خاندان میں آنکھیں کھولی ہیں اور عثمانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ فقہ و افتاء تو آپ کا خاندانی منصب ہے۔ قانون کی بالادستی و اصول کی پاسداری آپ کی طبیعت ثانیہ ہے۔ معتدل اور حقائق شناس مزاج کی بدولت آپ ہر نازک موڑ پر زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت دور اندیشی اور حکمت و دانش پر مبنی موقف اختیار کرتے ہیں۔ طلب علم و ذوق مطالعہ کی صفت میں درجہ کمال رکھنے والا، جوہر خطابت کی بیش بہا صفت سے متصف نمونہ اسلاف ہیں۔ ان کی علمی تدریسی تصنیفی اور اندرون و بیرون ملک خدمات تقریباً نصف صدی کے عرصہ پر محیط ہیں، آپ درس و تدریس وعظ و خطابت تصنیف و تالیف کے ساتھ فتویٰ نویسی کا اہتمام اور صحیح باقاعدگی سے کرتے ہیں۔ اب تک ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ آپ کے قلم فیض رقم سے نکل چکے ہیں۔ جس کی پہلی جلد مرتب اور شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ فتاویٰ کے ان مجموعہ کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اکثر فتاویٰ آپ کے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کے راہنمائی میں لکھ جا چکے ہیں اور ان پر تصدیق دستخط بھی سب سے زیادہ ان ہی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرتبین حضرات و ادارۃ المعارف کراچی کو مزید توفیق و ترقی عنایت فرمائیں کہ اس کی مزید جلدیں جلد از جلد شائع ہو کر منظر عام پر آجائیں تاکہ تشنگان علوم دینیہ و فقہ اس عظیم علمی و فقہی ذخیرہ سے فیض یاب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کوششوں کو قبولیت عامہ سے نوازیں۔ آمین

کتاب: المیسر فی علم علل الحدیث: (عربی) تالیف: سید عبدالماجد الغوری
صفحات: ۲۹۸ صفحات قیمت۔ ۳۰۰ روپے ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

علم علل الحدیث علوم حدیث کے ادق اور اغمض انواع میں سے ہے اور اس سے واقفیت صرف ان حضرات کو حاصل ہوتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ ذوق فہم ثاقب اور وسیع قوت حفظ سے نوازا ہو اور جن کو غرائب رواۃ کی

معرفت تامہ حاصل ہو اور ان میں اسانید اور متون کے متعلق قوی ملکہ موجود ہو، یہی وجہ ہے کہ بہت کم لوگوں نے اس علم میں طبع آزمائی کی ہے۔

اسی علم کے متعلق ائمہ حدیث اور اسماء الرجال کے ماہرین فرماتے ہیں، **معرفه علل الحديث وهو علم برأسه غير الصحيح والسقيم والجرح والتعديل الحاكم ابوعبدالله النيشابوریؒ علم العلل والاحاديث المعلله اجل انواع علم الحديث، الحافظ الخطيب البغدادیؒ ان علل الحديث من اجل علوم الحديث وادقها واشرفها وانما يضطلع بذالک اهل الحفظ والخبرة والفهم الثاقب الامام ابن الصلاحؒ**

فاضل مؤلف جناب سید عبدالماجد الغوری نے اس اہم ترین موضوع پر ایک بہترین محققانہ کتاب عربی زبان میں تالیف فرما کر علمی دنیا اور بالخصوص علوم الحدیث اور علم مصطلح الحدیث سے شغف رکھنے والوں پر بہت عظیم احسان کیا ہے اور موضوع کے محتویات پر ہر زاویہ سے آپ نے تحقیق کر کے اس کو واضح کیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ علمی دنیا اور اہل علم طبقہ میں اس کتاب کا بھرپور استقبال کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اس عظیم کارنامے کی انجام دہی پر اجر جزیل سے نوازیں۔ زمزم پبلشرز کراچی والوں نے انتہائی خوبصورت طباعت دیدہ زیب اشاعت اور اعلیٰ کاغذ پر اس کی چھپائی کر کے کتاب کے حسن کو دوبالا کیا ہے۔ دورہ موقوف علیہ، دورہ حدیث شریف اور تخصص فی الحدیث کے طلباء کے لئے بالخصوص اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

نام کتاب: آب رواں فارسی ترجمہ تجوید الصبیان — محشی و مترجم: مولانا قاری عبدالرحمٰن خلفی مدظلہ

ضخامت: ۴۶ صفحات — قیمت: ۲۰/- روپے — ناشر: مکتبہ امدادیہ محلہ جنگی قصہ خوانی پشاور

علم تجوید قرآن کے بارے میں اور اس کی اہمیت کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ورتل القرآن ترتیلا۔ اور اسی طرح احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ قرآن کریم کو عرب کے لہجہ میں تلاوت کریں۔ اسی وجہ سے فن تجوید پر سلفاً وخلفاً مطول اور مختصر کتابیں ہزاروں کی تعداد میں مختلف زبانوں میں معرض وجود میں آئی ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ اسی طرح مسلسل جاری رہیگا۔ کیونکہ یہ بھی قرآن کریم کا اعجاز ہے۔

مولانا قاری فضل عظیم عارف نے بچوں کی سہولت کی خاطر تجوید الصبیان معروف، آسان تجوید پشتو زبان میں لکھی تھی۔ فن کی عظمت اور کتاب کی اہمیت کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کو فارسی زبان میں منتقل کیا جائے۔ تاکہ فارسی بولنے والے حضرات بھی اس سے استفادہ کرسکیں۔ چنانچہ ہمارے محترم حضرت مولانا عبدالرحمٰن خلفی مدظلہ نے اس عظیم کا بیڑہ اٹھایا۔ اور انہوں نے نہایت بلیغ شستہ اور شگفتہ انداز میں اس کو فارسی کا جامہ پہنایا۔ فارسی زبان کی لذت تو اہل

ذوق حضرات کو معلوم ہے کہ اس زبان کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر شیرینی سے نوازا ہے پھر مولانا خلفی صاحب نے اس پر فارسی ادب کی چاشنی سے مملو جو مقدمہ تحریر کیا ہے وہ خاصے کی چیز ہے اور فارسی ذوق رکھنے والے اس کے مطالعہ سے حظ و افر اٹھائیں گے اللہ تعالیٰ مئولف اور مترجم دونوں کو اجر جزیل سے نوازیں۔ اور مولانا عبدالرحمٰن خلفی کو مزید توفیق ارزانی فرمائے کہ دیگر کتابوں کا انتخاب کر کے ان کو فارسی زبان میں منتقل کرے۔

کتاب: تاریخ کے بکھرے موتی مؤلف: مولانا محمد اصغر کانالوی

ضخامت: ۵۲۴ قیمت: ۲۵۰ ناشر: زمزم پبلشر کراچی

یوں تو تاریخ کے کتب تاریخی واقعات سے بھرے پڑے ہیں' لیکن اس دور کے کمزور استعداد اور کمزور طبیعتوں والوں کے لئے ان کتابوں سے استفادہ کرنا یا طویل عبارتوں کی وجہ سے یا ضخیم جلدوں کی مہنگی قیمتوں کی وجہ سے خاصہ مشکل ہے۔ اس لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو تاریخی کتابوں سے دلچسپ واقعات لے کر مرتب کی گئی ہو۔ زیر نظر کتاب مستقل تاریخی کتاب نہیں بلکہ دلچسپ تاریخی واقعات' تاریخی تقاریر' تاریخی خطوط تاریخی نصیحتیں' تاریخی خواب تاریخی فیصلے تاریخی جنگوں کے مختصر مگر پُر اثر حالات کا حسین گلدستہ ہے' جس میں مؤلف موصوف نے اکتالیس کتب تواریخ سے انتخاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ مؤلف موصوف کو جنھوں نے شائقین تاریخ کے اس آرزو کو پوری کر کے احسان عظیم فرمایا۔ فجزہ اللہ عن وعن سائر المسلمین احسن الجزاء.

داعی قرآن مفکر اسلام و داعی انقلاب اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کے دروس قرآن و خطابات عام

ترجمہ و تفسیر قرآن۔ اسلامی عقائد، قیام خلافت اور اس کے لوازم و مدارج اسلام کی سیاسی، سماجی و معاشرتی تعلیمات و دیگر علمی و فکری موضوعات پر مشتمل

کتب۔ سی ڈیز۔ ڈی وی ڈیز

مکتبہ خدام القرآن سے خصوصی رعایتی قیمت پر حاصل کریں۔

کتب و سی ڈیز کی مکمل فہرست بلا معاوضہ حاصل کی جا سکتی ہے۔

پتہ: مکتبہ خدام القرآن 36-K ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

فون نمبر: 042-35869501-3 email: maktaba@tanzeem.org

روح افزا اور کیا چاہیے!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
ہمدرد
Blitz DDB

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	–
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	زین المحافل (شرح شمائل ترمذی) جلد دو	مولانا اصلاح الدین	" " " " "	۱۰۵۵
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰